Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

ادار یہ .... دین ودنیا ساتھ لے کر چلیں؟.......................محمد رضوان صاحب ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۴، آیت نمبر۱۶) ..... منافقین کا طرزِ عمل ..محمد رضوان صاحب ۵

درسِ حدیث ... نکاح کی فضیلت واہمیت اوراس کے تقاضے (تیسری وآخری قسط)....محمد یونس صاحب ۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۴).................................محمد رضوان صاحب ۱۱

ماہِ رمضان مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں (قسط۱)........................ // // ۱۵

ماہِ رمضان: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں......................طارق محمود صاحب ۲۶

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۷)........................... محمد امجد حسین صاحب ۳۰

صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ..........................طارق محمود صاحب ۳۸

آدابِ تجارت (قسط۷)..جناب منظور احمد صاحب ۴۰

قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی اہمیت وفضیلت...........................محمد ناصر صاحب ۴۶

کھانے پینے کے آداب (قسط۵)..محمد رضوان صاحب ۵۰

کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟...// // ۵۴

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۸).....ترتیب: محمد رضوان صاحب ۵۷

تخصُّص اور اِفتاء میں فرق (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)..............................// // ۵۸

علم کے مینار..........ابوالقاسم الزہراوی...طارق محمود صاحب ۶۰

تذکرۂ اولیاء:.. محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (دوسری وآخری قسط)....جناب عبدالسلام صاحب ۶۳

پیارے بچو! .... ضدی بچہ..محمد رضوان صاحب ۶۸

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنائیے (قسط۵)...........................محمد رضوان صاحب ۷۱

آپ کے دینی مسائل کا حل... سحری ختم کرنے اور فجر کی اذان کے بارے میں شرعی حکم....ادارہ ۷۴

کیا آپ جانتے ھیں؟.... سنت اعتکاف میں کسی کام کے لئے باہر نکلنے کی نیت کا مسئلہ..محمد رضوان صاحب ۷۹

عبرت کدہ ...... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۷)................................محمد امجد حسین صاحب ۸۲

طب وصحت .... نزلہ(INFLUENZA)..........................حکیم محمد فیضان صاحب ۹۰

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..محمد امجد حسین صاحب ۹۲

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...................................ابوجویریہ ۹۴

A Chain of Useful and interesting Islamic Information....ابرار حسین ستی ۱۰۰

اداریہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مفتی محمد رضوان

دین ودنیا ساتھ لے کر چلیں؟

ایک مخصوص طبقہ کی طرف سے مکمل اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے اور کامل مسلمان بننے کو انتہا پسندی اور شدت پسندی سے تعبیر کرنے کا جو سلسلہ جاری ہے، اس کو اور بھی کئی پیرایوں میں خوبصورت اور مزین تعبیرات کا لیبل لگا کر عوام میں پھیلانے کے منصوبہ کی تکمیل ہو رہی ہے، چنانچہ ان ہی تعبیرات کا ایک حصہ یہ ہے کہ دین و دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کی دعوت دی جائے، اور سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ''دین و دنیا کو ساتھ لے کر چلنا چاہئے، جس دین کی خاطر دنیا کو پیچھے چھوڑا جائے ایسا دین مولویوں کا بنایا ہوا ہے، اور ہمیں مولویوں کا بنایا ہوا دین نہیں چاہئے''

اور زیادہ تر اس قسم کے جملے یا الفاظ اس وقت بولے اور کہے جاتے ہیں جب کسی موقع پر دین اور دنیا کے تقاضوں میں کسی چیز میں ٹکراؤ نظر آ رہا ہو، مثلاً شادی بیاہ کی رسمیں جو خاندان اور معاشرے میں ضروری سمجھی جاتی ہیں، اور شریعت کا حکم ان رسموں کے خلاف ہوتا ہے، اب اگر شریعت پر عمل کیا جائے تو خاندان اور برادری والے ناراض ہوتے ہیں، اس قسم کے مواقع کے لئے دین کا تقاضا چھوڑ کر دنیا کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر دین کی حقیقت سے ناشناسا لوگوں نے ''دین ودنیا کو ساتھ لے کر چلنے'' کی نرالی منطق تراشی ہے، ان مشفق ناصحین کی یہ نصیحت سادہ لوح اور کم فہم مسلمانوں کو ظاہری طور پر بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

لیکن اس موقع پر ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دین کبھی بھی انسان کو دنیا چھوڑنے کی دعوت نہیں دیتا، اور دنیا سے الگ تھلگ ہونے کو پسند نہیں کرتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں آنے اور بسنے والوں پر دین کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ وہی دنیا کے صحیح وغلط استعمال کا راستہ بتاتا ہے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور فوائد ونقصانات سے انسان کو باخبر کرتا ہے۔

اور سب سے بڑی بات اس بارے میں یہ ہے کہ دین کے احکام کا نفاذ، دنیا میں آنے والوں اور یہاں بسنے والوں پر ہی عائد ہوتا ہے، کیونکہ یہ دنیا دارُ العمل ہے۔

Idara Ghufran

اور جب یہ دنیا ہی دارُالعمل ہے تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں انسان دین پر عمل کرنے کے لئے آیا ہے، بلکہ اس دنیا کو دین پر عمل کرنے ہی کے لئے بنایا گیا ہے، جو انسان اس دنیا میں نہیں آتا اس پر دین کا کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا، لہٰذا اس دنیا میں آنے کا تقاضا ہی دین پر عمل کرنا ہوا۔

انسانیت کے لئے دین کو مقرر اور طے کرنے والی ذات وہ ہے جس نے اس پوری دنیا اور انسانیت کو پیدا فرمایا، اب اس ذات سے زیادہ بہتر نظامِ حیات اور کوئی نہیں دے سکتا۔

دین کا کوئی حکم اور کوئی تعلیم بھی ایسی نہیں جس میں دنیا کو چھوڑنے اور اس کو خیر باد کہنے کا حکم دیا جاتا ہو اور دین کا کوئی کام ایسا نہیں کہ جس کو اس دنیا سے باہر نکل کر کرنے کا حکم ہو۔

دین تو دنیا میں انسان کو اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ ایک انسان بیوی، بچوں، رشتہ دار و اقارب کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر پڑ جائے اور سب سے اپنے تعلقات بالکل ختم کر لے، جیسا کہ حدیث شریف ''لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ'' ''اسلام میں رہبانیت نہیں'' سے واضح ہوتا ہے۔

دین کی رو سے تین دن سے زیادہ بلاضرورت کسی مسلمان بھائی سے ناراض ہو کر سلام و کلام چھوڑ دینا اسی وجہ سے گناہ ہے، کہ اس سے اجتماعیت کی روح فنا ہوتی ہے جو زندگی کے تمام تقاضوں اور سرگرمیوں کی روحِ رواں ہے۔

اسی دین میں خودکشی کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، نکاح کرنے کو اہم عبادت قرار دیا گیا ہے، دین میں بیوی، بچوں، والدین، رشتہ داروں، عام مسلمانوں، چھوٹوں بڑوں، یہاں تک کہ کافروں اور جانوروں کے بھی حقوق بتلا دیئے گئے ہیں، آخر علائق کے یہ سارے سلسلے اس دنیوی نظامِ زندگانی ہی کے تو شعبے ہیں۔ یہ دین کا جامع اور مکمل نظام ایسا ہے جس میں بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک دنیا کی زندگانی سے متعلق ہر ہر موقع کی تعلیم دی گئی ہے۔

لہٰذا یہ سمجھنا کہ دین و دنیا ساتھ لے کر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں دین کا دنیا سے ٹکراؤ ہو جائے وہاں دین کو چھوڑ دیں اور دنیا کو اختیار کر لیں یہ دین کے مقصد اور خود دنیا کے مقصد کے بھی خلاف ہے کیونکہ جب دنیا میں آنے سے دین مقصود ہے اور دنیا میں آنا اس مقصود کی تحصیل کا صرف ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اور اس طرح وسیلہ اور ذریعہ کو مقصود پر ترجیح دینا یا کم از کم ذریعہ اور وسیلہ کو مقصود کے برابر درجہ دے دینا لازم آتا ہے ظاہر ہے کہ یہ نظریہ دنیا اور دین کے کسی قانون میں بھی درست نہیں۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۴، آیت نمبر ۱۶) محمد رضوان صاحب

منافقین کا طرزِ عمل

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی ہدایت کے بجائے، تو نفع بخش نہ ہوئی ان کی تجارت اور نہ یہ (لوگ) ٹھیک طریقہ پر چلے ۞

﴿تشریح وتفسیر﴾ منافقین کی بُری حرکتوں اور خصلتوں کو بیان فرمانے کے بعد مذکورہ آیت میں بتلایا گیا کہ ان منافقین نے اپنی بدبختی کے باعث ہدایت کے بدلہ میں ضلالت یعنی گمراہی کو خرید لیا اور لے لیا۔ ''اِشْتِرَاء'' عربی میں رضامندی اور خوشی کے ساتھ کسی چیز کے خریدنے کو کہتے ہیں، اور خرید وفروخت میں خریدنے والے کی رضامندی ضرور ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جس طرح برضا ورغبت خریدنے والا کوئی چیز خریدا کرتا ہے اسی طرح ان منافقین نے اپنی رضا اور خوشی سے ہدایت کے بدلہ میں ضلالت یعنی گمراہی کو خرید لیا، اور اس سودے بازی میں ان پر کسی نے زور زبردستی نہیں کی، لہٰذا اس خرید وفروخت کا پورا پورا وبال اور ذمہ داری ان کے سر پر ہے۔

اور جس طرح خرید وفروخت میں ایک چیز دے کر اس کے بدلہ میں دوسری چیز لی جایا کرتی ہے، اسی طرح انہوں نے بھی ہدایت چھوڑ کر گمراہی کو اس کے بدلہ میں لے لیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بہت خسارے اور نقصان کا سودا ہے، کیونکہ ہدایت بہت بڑی نعمت ودولت ہے اور اس کے مقابلہ میں ضلالت یعنی گمراہی بہت گھٹیا اور رذیل ترین چیز ہے، لہٰذا انہوں نے جو خرید وفروخت اور تجارت کا معاملہ کیا ہے، اس میں انہیں کوئی بھی نفع اور فائدہ نہیں ہوا بلکہ سراسر نقصان ہی ہوا اور وہ اس طرح کہ انہوں نے اصل سرمایہ ہی ضائع کر دیا یعنی فطرتِ سلیمہ اور قبولِ حق کی استعداد اور صلاحیت ہی برباد کر لی۔

آخرت کی نفع بخش تجارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر اخلاص کے ساتھ ایمان لایا جائے اور اللہ کے راستہ میں جان ومال کی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے، جیسا کہ ارشاد ہے:

Idara Ghufran

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ صف آیت نمبر ۱۰ و ۱۱، پارہ نمبر ۲۸)

یعنی ''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو''

آخرت کی نفع بخش تجارت کا ایک اہم فائدہ تو یہ ہے کہ دردناک عذاب سے حفاظت ہو جاتی ہے، اور پھر جنت میں بہترین اور پاکیزہ محلات عطا کئے جاتے ہیں، جہاں ہر طرح کے دائمی عیش و آرام کا سامان ہوتا ہے۔ اور منافقین اپنے نفاق کی وجہ سے ان تمام نعمتوں سے محروم ہیں اور ان کے لئے دردناک اور بڑا عذاب ہے (ماخذہٗ معارف القرآن ادریسی ج ۸ ص ۸۶، ۸۷ بتغیر و اضافہ) (جاری ہے......)

رمضان گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ

رمضان کا مہینہ اتنا بابرکت ہے کہ اگر اس کی صحیح قدر کی جائے اور اس کے حقوق پورے کئے جائیں تو یہ پورے سال کے صغیرہ (چھوٹے) گناہوں کی مغفرت کا باعث ہو جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَابَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ (مسلم، ترمذی، مسند احمد، ترغیب وترهیب ج ۲ ص ۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے (مسلم، ترغیب وترہیب)

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ ایک رمضان کا مہینہ دوسرے رمضان کے درمیان والے حصہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (کنز العمال ج ۸ ص ۴۶۶ بحوالہ ابن ابی الدنیا)

درسِ حدیث

محمد یونس صاحب

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نکاح کی فضیلت واہمیت اوراس کے تقاضے (تیسری وآخری قسط)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَفْرَکُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا آخَرَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ ص ۲۸۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کوئی ایمان والامرد کسی ایمان والی عورت سے نفرت نہیں کرتا یا یہ کہ اس کونفرت نہیں کرنی چاہیے، اگراُس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی (صحیح مسلم از مشکوٰۃ)

تشریح: نکاح کے بعدمردوعورت کا آپس میں ایک ایسارشتہ قائم ہوجاتا ہے کہ اگرانسان میں علمِ دین اور تقویٰ وپرہیزگاری، حوصلہ اوروُسعتِ ظرفی، تحمل اور برداشت کا مادہ نہ ہوتواس نازک رشتہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوناعموماً انسان کے لئے مشکل بن جاتا ہے ایسے حالات میں بعض اوقات میاں بیوی ایک دوسرے سے بدگمان ہوکرروٹھ جاتے ہیں بلکہ بسااوقات طلاق تک کی نوبت آجاتی ہےاور بعض اوقات اس کا اثرمیاں بیوی سے گزرکراُن والدین اوراعزہ واقرباء تک پہنچ جاتا ہے جس کاظہورکبھی ساس بہوکی بدزبانی کی شکل میں ہوتاہے توکبھی نند، بھاوج کی لڑائی کی شکل میں اورکبھی اس کا نتیجہ ماں کی گستاخی اور بیوی کی چاپلوسی کی صورت میں نکلتاہےتوکبھی ماں کی خدمت واطاعت میں غلواور بیوی سے بے رُخی کی شکل میں۔ یہ اوراس سے ملتے جلتے حالات کا سامنا تقریباً ہرمیاں بیوی کونکاح کے بعدکے ابتدائی عرصے میں عموماً کرناپڑتاہےاور بعض جوڑوں کوکافی مدت تک ان مشکل حالات سے نبردآزمارہناپڑتاہے۔

مذکورہ بالاحدیث میں اسی قسم کے حالات کوسُلجھانے کاسنہری اُصول بیان کیاگیاہے، حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ مردکواگرعورت کی کوئی عادت ناپسند ہےتو اُسے عورت کی صرف اس ناپسندیدہ عادت کودل میں بٹھاکراُس سے متنفرنہیں ہوجاناچاہئے بلکہ اس کی بجائے اُسے اس کی اُن عادتوں پرغورکرنا چاہئے، جواُس کی پسندیدہ ہیں اس طرح سوچنے سے دوفائدے حاصل ہوں گےایک توانسان کے دل میں

(ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی نعمت کی ناقدری کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ بیدار ہوگا اور دوسرے دل میں ماں، بہن، بیوی بیٹی وغیرہ کی محبت پیدا ہوگی۔

حدیث شریف میں تو اتنا ہی فرمایا گیا ہے کہ کوئی مؤمن مرد کسی مؤمنہ عورت کی کسی ناپسندیدہ عادت کی وجہ سے اُس سے نفرت وبغض نہ رکھے، لیکن بعض علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ خواہ محرم خواتین مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ اور بیویوں کے ساتھ معاشرت (یعنی رہنا سہنا) ہو یا دوسرے لوگوں کے ساتھ مرافقت ومصاحبت (یعنی اکٹھے رہنا یا مل کر کام کرنا وغیرہ) ہو تو سوفی صد ہر ایک کا ہر ایک کے ساتھ دل مل جائے اور ذرا سی بھی طبعی وعقلی اذیت وناگواری ایک سے دوسرے کو نہ پہنچے، اس دنیا میں (جو کہ دارُالامتحان ودارُالمصائب ہے) عموماً ایسا ہونا ممکن ہی نہیں، اس لئے کہ ہر انسان کی سوچ، طبیعت ومزاج، گھریلو اور تعلیم وتربیت کا ماحول، تحمل وبرداشت کی قوۃ وصلاحیت اور فطری فہم وبصیرت وغیرہ کافی حد تک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اس طرح کی باتوں میں ہر انسان دوسرے سے عموماً بالکل مختلف ہوتا ہے تو شاید بے جا نہ ہو، یہاں تک کہ ایک ہی ماں باپ کے ہاں پیدا ہونے والے بچے جنہیں اتفاق سے گھریلو اور تعلیم وتربیت کا ماحول بھی یکساں مل جائے اُن میں بھی عقل وفہم، طبیعت ومزاج اور پسند ناپسند کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف بلکہ لڑائی جھگڑا ہو جانا بدیہی بات ہے جس کا کوئی عقلمند شخص انکار نہیں کرسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپس میں ہمدردی اور خیر خواہانہ تعلق رکھنے والوں میں بھی متعدد مرتبہ اختلاف اور تلخ کلامی کی نوبت آجاتی ہے مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان، یا میاں بیوی یا بھائی بہن کے درمیان۔ جب اتنے قریبی رشتوں میں مکمل طور پر ایک کا مزاج دوسرے کے موافق ہونا ممکن نہیں تو دور کے رشتوں یا اجنبیوں سے اس کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟

دوسرے یہ بات بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ ہر انسان میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ خامیاں اور کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اگرچہ انسان اس بات کا شرعاً پابند ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک اپنی خامیاں دُور کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ ؎

ع اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

اور بہت سے اللہ کے مقبول بندے مجاہدے کر کر کے کافی حد تک اپنی خامیاں دُور کرلیتے ہیں اور متعدد کمزوریوں پر قابو بھی پالیتے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن سے بھی غلطی ہو جانے کا امکان باقی رہتا ہے،

جب اہلُ اللہ کا یہ حال ہے تو ہما شُما سے یہ توقع رکھنا ہی فضول ہے کہ کسی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے اس لئے اول تو ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ رہنا چاہئے کہ کسی بھی وقت کسی کی طرف سے کوئی غلط یا خلافِ طبیعت بات پیش آسکتی ہے، دوسرے جب کسی کی طرف سے کوئی ناگواری والی بات سامنے آئے تو فوراً اس سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے، یعنی یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اس نے یہ بات میرے ساتھ ضد یا مجھے نیچا دکھانے کی وجہ سے ہی کہی ہے اس لئے کہ بسا اوقات دوسرا انسان خیرخواہی سے اپنے نزدیک جس چیز کو بہتر سمجھتا ہے اسی کے بارے میں دوسرے کو کہتا ہے لیکن اپنی کم فہمی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے مضر چیز کو بہتر سمجھ رہا ہوتا ہے یا اس کے مضر پہلو کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

تیسرے بعض اوقات بات بھی درست ہوتی ہے اور نیت بھی مُخلصانہ ہوتی ہے لیکن بات کرنے کا انداز متکبرانہ یا شوخی والا ہوتا ہے، اب ظاہر ہے کہ درست اور مفید چیز کو صرف دوسرے کے غلط انداز کی وجہ سے چھوڑ دینا بھی کوئی عقلمندی نہیں اور صرف اس بنیاد پر اس سے متنفر ہو کر اس کی خوبیوں کو نظرانداز کردینا بھی مناسب نہیں اور بعض اوقات کوئی مفید بات خیرخواہی و ہمدردی کے جذبے سے مناسب انداز سے بھی کہی جاتی ہے لیکن وہ بے موقع ہونے کی وجہ سے ناگواری کا باعث ہوجاتی ہے اور صرف اتنی سی بات پر بعض لوگ چیں بجبیں ہو کر کٹی جلی سنادیتے ہیں جس سے دلوں میں نفرت کا بیج کاشت ہوجاتا ہے، یہ تو وہ چند وجوہات ہیں جو براہِ راست بات چیت کرتے ہوئے عموماً آپس کے اختلاف اور ناراضگی وحق تلفی کا سبب بنتی ہیں اور اگر کسی کے واسطے سے کوئی بات کہی جائے تو اس میں پیغام لینے اور آگے پہنچانے والے کی عقل وفہم یادداشت وامانتداری اور اندازِ گفتگو کی وجہ سے غلط فہمی اور اختلاف وناراضگی کی اور بھی کئی راہیں کُھل جاتی ہیں۔

چونکہ نکاح کے بعد مختلف خیالات، مختلف سوچ اور مختلف مزاج لوگوں کے ساتھ ہر میاں بیوی کا تعلق ورشتہ قائم ہوتا ہے، اس لئے نکاح کے بعد عموماً اس قسم کے حالات پیش آتے ہیں، لہٰذا نکاح کے بعد خاص طور پر انسان (خواہ مرد ہو یا عورت اس) کو چاہئے کہ اپنے اندر وُسعتِ ظرفی، تحمل مزاجی اور دوسروں کے ساتھ حُسنِ ظن وغیرہ جیسی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرے۔

اس حدیث شریف میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ کسی ایمان والے کے لئے مناسب نہیں کہ ذرا سی کسی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آئے تو بس اسی کو دل میں بٹھا کر اُس سے متنفر ہوجائے اور اس کی تمام خوبیوں کو یکسر نظرانداز کردے بلکہ ایسی صورت میں ہر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ جو بات مجھے ناگوار محسوس

ہوئی ہے اولاً تو ضروری نہیں کہ حقیقت میں بھی وہ ناگوار اور غلط ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بات اپنی جگہ درست ہو لیکن میری غلط سوچ کی وجہ سے مجھے ناگوار محسوس ہورہی ہو، دوسرے اگر حقیقت میں ہی دوسرے کا کہنا غلط ہے تب بھی اس میں اس خامی کے علاوہ کتنی خوبیاں موجود ہیں جو مجھے بھلی معلوم ہوتی ہیں، لہٰذا ان خوبیوں کی وجہ سے یہ خامی قابلِ برداشت ہونی چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ شوہر کو بیوی کی اور بیوی کو شوہر کی، ساس کو بہو کی اور بہو کو ساس کی، باپ کو بیٹے کی اور بیٹے کو باپ کی، ماں کو بیٹی کی اور بیٹی کو ماں کی، نند کو بھاوج کی اور بھاوج کو نند کی، دیورانی کو جیٹھانی کی اور جیٹھانی کو دیورانی کی غرضیکہ جس شخص کو دوسرے کی جو بات یا عادت ناگوار محسوس ہو اُسے چاہئے کہ حکمت وبصیرت کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے دوسرے کی واقعی خامی کی اصلاح کی کوشش ضرور کرتا رہے لیکن اس کی ناگوارِ طبع بات کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کرے بلکہ اُس کی دیگر خوبیوں کی وجہ سے اُس سے محبت رکھے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کے ساتھ جو رشتہ ہے اس کے حقوق ادا کرتا رہے۔ واللہ الموفق

روزہ افطار کرانے کی فضیلت

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے روزے دار کو افطار کرایا تو افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا لیکن روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی (بلکہ یہ ثواب روزہ افطار کرانے والے کو علیحدہ سے حاصل ہوگا) (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، ترغیب)

فائدہ: روزہ افطار کرانے کی کئی احادیث میں بڑی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ روزہ افطار کرانے پر اللہ تعالیٰ تین انعام عطا فرماتے ہیں اور یہ انعام پیٹ بھر کر کھانا کھلانے پر موقوف نہیں ہیں بلکہ ایک چھوارہ یا کھجور یا دودھ کی تھوڑی سی لسّی یا پانی کے ایک گھونٹ سے افطار کرانے پر بھی عطا فرماتے ہیں۔ وہ تین انعام یہ ہیں ✪ گناہوں کی مغفرت ✪ دوزخ کی آگ سے نجات ✪ روزہ دار کے برابر ثواب (ترغیب وترہیب ج۲ ص۹۲ بحوالہ ابن خزیمہ)

مقالات ومضامین محمد رضوان صاحب

"حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۴)

❀ ...... حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سنت کی ترغیب دیتے ہوئے ایک خاص انداز میں دنیا کی مثال دے کر لوگوں کو اس طرح متوجہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شخص دنیا کے سفر میں خاص طور پر ان تین چیزوں کو ترجیح دیا کرتا ہے۔

(۱)......راحت (یعنی سکون و آرام سے سفر طے ہو جائے اور سفر میں کوئی پریشانی نہ ہو، اسی کی خاطر ممکنہ آرام دہ سواری کا انتخاب کرتا ہے اور موسم کے لحاظ سے ٹھنڈک اور گرمی کے انتظام والی سواری اور آرام دہ نشست اور سیٹ کا اہتمام کرتا ہے)

(۲)......عزت (یعنی عزت واحترام کے ساتھ سفر طے ہو جائے، ذلت اور رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور باعزت طریقہ پر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے)

(۳)......عُجلت (یعنی جلدی سے سفر طے ہو جائے اور جلد از جلد اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے، اسی لئے تیز ترین سواری کا انتخاب کرتا ہے)

غرضیکہ ہر شخص دنیا کے سفر میں راحت، عزت اور عجلت تینوں چیزوں کو ترجیح دیتا ہے اور راحت، عزت اور عجلت ان تینوں الفاظ کے آخر میں ''تا'' لگا ہوا ہے اور تینوں الفاظ کا وزن بھی قریب قریب ہے، اب جب دنیا کے عارضی سفر کا یہ حال ہے تو آخرت کا لمبا سفر، جس کے بعد واپسی بھی نہیں، دنیا میں اس سفر سے ہر انسان گزر رہا ہے، اس کی خاطر بھی ان تین چیزوں کی تلاش واہتمام ہونا چاہئے، یعنی راحت، عزت اور عجلت۔ آخرت کے طویل ترین اور کٹھن سفر کے لئے اگر کوئی ان تین چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کا طریقہ ''سنت'' ہے یعنی اگر کوئی مسلمان سنت کی پابندی کرے تو اس کی آخرت کا سفر راحت کے ساتھ طے ہوتا ہے، عزت کے ساتھ طے ہوتا ہے اور عجلت (تیزی) کے ساتھ طے ہوتا ہے اور مؤمن کی جو اصل منزل ہے وہ ''جنت'' ہے، تو مؤمن سنت کی برکت سے راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ سفر طے کر کے جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور سنت اور جنت کے آخر میں بھی راحت، عزت اور عجلت کے الفاظ کی طرح ''تا'' لگا ہوا ہے اور سنت و جنت کے وزن بھی راحت، عزت اور عجلت کے الفاظ کے قریب

Idara Ghufran

قریب ہیں، تو خلاصہ یہ نکلا کہ جو آخرت کا سفر سنت کے ساتھ طے کرتا ہے، وہ راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے، چنانچہ اسے اس سفر میں ہر طرح کی راحت حاصل ہوتی ہے، دنیا میں حیاتِ طیبہ اور پاکیزہ زندگی حاصل ہوتی ہے، عالمِ برزخ (قبر) اور عالمِ آخرت (حشر) میں کلفت اور مشقت پیش نہیں آتی، قبر میں آرام سے سوتا ہے، جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور ہر طرح کی عزت حاصل ہوتی ہے، ذلت ورسوائی پیش نہیں آتی اور عجلت کے ساتھ بہت جلدی یہ سفر طے ہوتا ہے، عالمِ برزخ اور قبر کا زمانہ بڑی تیزی سے گزر جاتا ہے، پُل صراط سے بڑی جلدی سے گزر جاتا ہے، قیامت کا دن بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جنت میں اصل منزل پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے برعکس جو شخص سنت کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ اس سفر میں راحت، عزت اور عجلت کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں جنت سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

❀ ......اسلامی مجلس ہند کے جنرل سیکرٹری عبداللہ ابن القمر کاظمی صاحب زید مجدہٗ کی طرف سے مؤرخہ ۲۳رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ ۲۱راپریل ۱۹۹۸ء کو قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یو۔پی، ہندوستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی یاد میں ایک بین الاقوامی تذکار منعقد کرنے کا اعلان ہو چکا تھا (ماخوذ از ماہنامہ ''الصیانۃ'' لاہور، مارچ ۱۹۹۸ء ص ۵۷)

اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ غالباً سفرِ حج کو جاتے ہوئے انڈیا سے پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے اور کراچی میں مقیم تھے کہ اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس اجتماع میں اپنی شرکت کے متوقع ہونے کا خط موصول ہوا جو کہ کراچی کے ایک اور صاحب کے نام آیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تو اس قسم کی تذکار منعقد کرنے کے پہلے ہی سے حق میں نہ تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ جب اپنی شرکت کے قبول کر لینے کی اطلاع کا علم ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور کراچی ہی سے اس سلسلہ میں ایک وضاحتی اور تردیدی خط ارسال فرمایا، جس کا مضمون درج ذیل تھا:

عزیز مکرم مولانا عبداللہ بن قمر کاظم، سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔دہلی میں آپ کا دعوت نامہ ۱۹رمارچ کو موصول ہوا، حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اگر بحیات ہوتے تو کیا اس طرح کی تذکار کی اجازت عطا فرماتے؟ یہ طریقۂ کار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہے۔احقر

اس نوع کی تحریک میں بوجوہ شرکت سے معذور ہے۔

نیز مولانا نجم الحسن صاحب کا جوخط (کراچی میں) ڈاکٹر قرار صاحب کے نام آیا ہے اس میں یہ جملہ دیکھ کر نہایت صدمہ ہوا، اور اس بے اُصولی اور کذبِ صریح پر سخت تعجب ہوا۔ وہ جملہ یہ ہے کہ ''حضرت والا ہردوئی نے بھی بشرطِ صحت وعدہ فرمالیا ہے''

اس تحریر کا ثبوت راقمِ تحریر کے پاس کیا ہے؟ تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے عظیم الشان اجتماعات عموماً منکراتِ شرعیہ سے محفوظ نہیں رہتے، اور صدمہ یہ ہے کہ ان کو منکر بھی نہیں سمجھتے، یہ مفسداتِ اعتقادیہ باعثِ غم مستزاد ہیں، فقہ کا قاعدہ کلیہ جس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ المسمی بالمرقاۃ میں ارقام فرمایا ہے ''لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ'' (کہ ایسی مجلس میں حاضر ہونا جائز نہیں جس میں کوئی گناہ کا کام ہو رہا ہو۔ ناقل) اور غالب گمان قریب بہ یقین ہے کہ اکثر عمائدِ دین بھی فوٹو کشی سے تحفظ اور وصولیِ چندہ کے شرعی حُدود میں اعتدال اور احتیاط کا اہتمام نہیں کر پاتے، خاص کر جب اہلِ حکومت بھی اپنا اخلاقی فریضہ سمجھ کر شرکت کریں اور بین الاقوامی فخر اور عزت کے لئے ٹی وی پر تشہیر کو ضروری سمجھیں تو پھر منکرات سے تحفظ کا کس قدر صبر آزما اور حوصلہ شکن امتحان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات بحمدِ اللہ تعالیٰ تمام کائنات میں حضرت والا کے خدام سے اور خدام کے خدام سے جاری ہیں اور افادہ اور استفادہ افاضہ اور استفاضہ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اس خیر کو تابندہ، پائندہ اور درخشندہ رکھیں۔ آمین۔ ونعم ما قال الرومی رحمہ اللہ ؎

آفتاب عاشقاں تابندہ   بوستاں عاشقاں سرسبز باد

(دستخط حضرت مولانا) ابرار الحق راقم الحروف

۲۳ / ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ، ۲۳ / مارچ ۱۹۹۸ء۔ کراچی

مذکورہ اجتماع میں عالمِ اسلام کی جس مشہور شخصیت کی شرکت متوقع تھی اور ہندوستان بھر میں اس شخصیت کی شرکت کا انتظار تھا بلکہ بہت سے افراد اس شخصیت کی زیارت کے لئے ہی اجتماع میں تشریف لا رہے تھے وہ شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی تھی، حضرت مولانا مفتی محمد

تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم خود بھی ذہنی بلکہ عملی طور پر اس اجتماع میں شرکت کے لئے تیار تھے، لیکن ''بروایت جناب حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم'' جب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی عدمِ شرکت بلکہ ناپسندیدگی کا علم ہوا تو آپ نے ''قطع نظر اس اجتماع کی شرعی حیثیت کے'' اس اجتماع میں شرکت کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے علی الرغم سمجھ کر حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے ادب واحترام کی خاطر اس اجتماع میں شرکت سے معذوری ظاہر فرمادی۔ (جاری ہے......)

رمضان میں قضائے عمری کا غلط تصور

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کیونکہ نفل عمل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستّر درجہ بڑھا دیا جاتا ہے، اس لئے اگر رمضان کے مہینہ میں ایک قضاء نماز پڑھی جائے تو اس سے ستّر فرض نمازوں کی ادائیگی ہوجاتی ہے، حالانکہ یہ نظریہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے، قضاء نماز کے بارے میں کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے کے بارے میں یہ تصور نہیں ہے کہ ایک نماز کئی نمازوں کے قائم مقام ہوجائے اور رمضان میں ایک فرض ستّر کے برابر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں وہ تعداد کے اعتبار سے ستّر فرضوں کے قائم مقام ہوجاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرض کا ثواب ستّر گنا بڑھا دیا جاتا ہے، کسی عمل کے ثواب کا بڑھ جانا اور چیز ہے اور اس کا کئی عمل کے برابر اور قائم مقام ہوجانا دوسری چیز ہے، اگر کوئی مالک اعلان کردے کہ جو لوگ فلاں دن کام پر آئیں گے ان کو ستّر گنا اجرت دی جائے گی تو اس کے یہ معنیٰ کبھی نہیں سمجھے جائیں گے کہ ایک دن کام کرنے کے بعد اب ستّر دن کی چھٹی ہوگئی، یا یہ کہ یہ ایک دن ستّر دنوں کے کام کے قائم مقام ہوگیا، ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنے والا احمق شمار کیا جائے گا۔ غرضیکہ کسی عمل پر زائد مزدوری ملنا اور بات ہے اور اس عمل کا کئی دن کے عمل کے قائم مقام ہونا دوسری بات ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''مروجہ قضاءِ عمری بدعت ہے'' از حافظ عبدالقدوس قارن صاحب مدظلہٗ ترجمہ رسالہ ''ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان'' از مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ماہِ رمضان مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں (قسط۱)

(روزہ، سحری، افطاری، تراویح، شبینہ، اعتکاف، فطرانہ، عیدالفطر کے مسائل)

رمضان کے ایک روزہ کی اہمیت

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو پھر رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا (احمد، ترمذی، ابوداؤ، ابن ماجہ، دارمی، بخاری، مشکوٰۃ)

روزہ کس پر فرض ہے؟

ہر مسلمان، عاقل، بالغ صحت مند مقیم مرد وعورت پر رمضان کے روزے فرض ہیں ❁ جس شخص کو روزہ رکھنے سے اپنے سابقہ تجربہ یا دیندار ماہر ڈاکٹر کی رائے کے مطابق بیماری پیدا ہونے یا بیماری بڑھ جانے کا غالب گمان ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے صحت یاب ہونے پر قضاء کرنا ضروری ہے ❁ خواتین کو مخصوص ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، پاک ہونے کے بعد قضاء کرنی ضروری ہے۔ بلا عذرِ شرعی یا بیماری کے وہم کی بنیاد پر روزہ چھوڑنا اور فدیہ ادا کرنا جائز نہیں۔ بہت چھوٹے بچوں کو نام ونمود اور رسم کے طور پر روزہ رکھوانا جائز نہیں اور ان پر زور زبردستی کر کے بوجھ ڈالنا بھی گناہ ہے۔

سحری کے مسائل

سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو تب بھی تھوڑا بہت کچھ کھا پی لینا چاہئے خواہ دو تین چھوارے یا پانی کے چند گھونٹ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن اگر کچھ بھی نہ کھایا پیا اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ صحیح ہو جائے گا ❁ اگر سحری کے لئے آنکھ نہ کھلی اور صبح صادق ہوگئی تو بغیر سحری کے روزہ رکھنا ضروری ہے صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا صحیح نہیں (خواہ کسی کی آنکھ دیر سے کھلی ہو) اکثر روزہ رکھنے والے حضرات فجر کی اذان ہونے تک سحری کھانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور بعض لوگ تو اذان ختم ہونے تک جبکہ بعض لوگ آخری اذان اور بعض لوگ محلّہ کی اذان ہونے تک سحری کھانے میں مبتلا پائے گئے ہیں۔

حالانکہ سحری ختم کرنے کا تعلق اذان سے نہیں بلکہ صبح صادق ہو جانے سے ہے اور اذان تو نماز فجر کیلئے دی جاتی ہے اذان درحقیقت نماز کی سنت ہے نہ کہ روزہ کی، اگر اذان صبح صادق کے بعد ہوئی اور اس پر کچھ کھایا پیا گیا تو روزہ نہیں ہوگا اور اگر اذان ہی صبح صادق ہونے سے پہلے ہوئی تو پھر یہ اذان فجر کی جماعت کے لئے صحیح نہ ہوگی۔اس لئے اذان کو سحری ختم کرنے کا معیار بنانا یا اذان صبح صادق سے پہلے پڑھنا سخت نقصان کی چیز ہے سحری کیلئے صحیح اور مستند کیلنڈر یا جنتری میں دیئے گئے وقت کو معیار بنائیں اور اپنی گھڑی صحیح وقت کے مطابق رکھیں (اور احتیاطاً کچھ وقت پہلے ہی سحری سے فارغ ہو جائیں) نیز مساجد میں یہ اہتمام کیا جائے کہ سحری کا وقت ختم ہونے پر اس کا اعلان کر دیا جائے (یا کسی جگہ سائرن وغیرہ بجا دیا جائے) اور چند منٹ کے بعد (جب صبح صادق کا یقین ہو جائے) فجر کے لئے اذان دی جائے۔حدیث میں سحری میں دیر کرنے اور افطار میں جلدی کرنے کی جو فضیلت آئی ہے اس پر عمل وقت کے اندر رہتے ہوئے کرنا چاہئے اور یہی اس حدیث کا مطلب بھی ہے ❁ روزہ کی نیت دل میں کافی ہے زبان سے ضروری نہیں ❁ رمضان المبارک میں صبح صادق ہو جانے کے بعد دوسرے دنوں کی بنسبت فجر کی نماز باجماعت اس لئے جلدی پڑھنا تاکہ زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں جائز بلکہ بہتر ہے۔

افطار کے مسائل

افطار کے وقت دعا قبول ہونے کا خاص وقت ہوتا ہے۔اس لئے دعا کا اہتمام کیا جائے ❁ بعض لوگ افطار کے وقت بھی ٹی وی کے پروگراموں میں مصروف رہتے ہیں جو سخت محرومی کی بات ہے۔کھجور سے روزہ افطار کرنا زیادہ ثواب ہے اور وہ میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرنا چاہئے، افطار حلال مال سے کیا جائے حرام سے پرہیز بہت ضروری ہے ❁ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی بڑی فضیلت ہے۔افطار میں مصروف ہو کر مغرب کی نماز قضاء کر دینا یا جماعت چھوڑ دینا صحیح نہیں ❁ رسم و رواج کے طور پر یا اپنا نام اونچا کرنے کے لئے افطار پارٹیاں دینا جائز نہیں ❁ اسی طرح بچوں کی روزہ کشائی کی مروجہ رسم بھی غیر شرعی ہے۔بعض لوگ ایک عشرہ کھجور سے، ایک عشرہ پانی سے اور ایک عشرہ نمک سے افطار کرنے کو سنت یا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس طریقہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ❁ رمضان میں مغرب کی نماز کچھ تاخیر سے پڑھنا تاکہ مختصر افطار اور بھوک کا تقاضا ختم کر کے لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں جائز ہے، لیکن زیادہ تاخیر نہ کی جائے کہ مکروہ وقت ہو جائے یا نمازیوں کو جماعت کے انتظار میں تکلیف ہونے لگے

وہ صورتیں جن میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا یہ ہیں

❁ کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا ❁ کسی عذر سے رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا ❁ سخت ضرورت کے وقت خون چڑھوانا ❁ طاقت کا انجکشن لگوانا ❁ ایسی آکسیجن دینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں ❁ کلی کرنے کے بعد منہ کی تری نگلنا ❁ اپنا تھوک جو اپنے منہ میں ہو نگل لینا، البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا اچھی بات نہیں ❁ ضرورت کے وقت کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا ❁ ناک کو اس قدر زور سے سڑک لینا کہ حلق کے اندر چلی جائے ❁ دانت اس طرح نکلوانا کہ خون حلق میں نہ جانے پائے ❁ دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ تھوک سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ معلوم نہ ہو ❁ نکسیر پھوٹنا ❁ چوٹ وغیرہ کے سبب جسم سے خون نکلنا ❁ کسی زہریلی چیز کا ڈسنا ❁ مرگی کا دورہ پڑنا ❁ بواسیر کے مسوں کو (جن کا محل عموماً پاخانہ کی جگہ کا کنارہ ہوتا ہے) طہارت کے بعد اندر دبا دینا ❁ حلق میں بلا اختیار دھواں، گرد و غبار یا مکھی، مچھر وغیرہ کا چلے جانا ❁ بھول کر کھانا پینا یا بھول کر بیوی سے صحبت کرنا ❁ اگر جماع یا انزال کا اندیشہ نہ ہو تو بیوی سے بوس وکنار کرنا ❁ سوتے ہوئے احتلام ہو جانا ❁ کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا ❁ خود بخود قے آ جانا ❁ آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا (اگرچہ حلق میں اس کا اثر معلوم ہو) ❁ مسواک کرنا (خواہ تر ہو یا خشک) ❁ سر اور بدن میں تیل لگانا ❁ عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنا ❁ دھونی دینے کے بعد اگربتی اور لوبان کی خوشبو سونگھنا جبکہ ان کا دھواں باقی نہ رہے ❁ رومال بھگو کر سر پر ڈالنا اور کثرت سے نہانا ❁ بچہ کو دودھ پلانا ❁ پان کی سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا (جبکہ اس کے اجزاء منہ میں نہ ہوں)

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے یہ ہیں

❁ ٹوتھ پیسٹ، منجن، مسی، دنداسہ اور کوئلہ وغیرہ سے دانت صاف کرنا جبکہ ان کے اجزاء حلق میں نہ جائیں ❁ صحبت یا انزال ہو جانے کا خطرہ ہو تو بیوی سے بوس وکنار وغیرہ کرنا ❁ بلاضرورت کسی چیز کو چبانا یا چکھ کر تھوک دینا ❁ غیبت کرنا ❁ لڑنا جھگڑنا اور گالی گلوچ کرنا خواہ کسی انسان کو گالی دے یا بے جان چیز کو ❁ خون دینا، فصد (پچھنے) لگانا ❁ اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا ❁ بلا عذر رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا۔

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے

❁ داڑھ نکلوائی اور خون حلق میں چلا گیا ❁ کسی مرض کی وجہ سے اتنا خون یا پیپ دانتوں سے نکل کر حلق

میں چلا جائے جو تھوک کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جس کی پہچان یہ ہے کہ تھوک میں اس کا رنگ نظر آ جائے اور منہ میں ذائقہ محسوس ہو ❀ ناک اور کان میں تر دوا ڈالنا اور ایسی ناس لینا یا خشک سفوف ڈالنا جس کا جوفِ دماغ میں پہنچنا یقینی ہو ❀ مشت زنی کرنا ❀ بیوی کے ساتھ بوس و کنار وغیرہ کی وجہ سے انزال ہونا ❀ ایسی چیز کا نگل جانا جو کہ عام طور پر نہ کھائی جاتی ہو جیسے کنکر یا لکڑی کا ٹکڑا ❀ یہ سمجھ کر کہ احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے روزہ افطار کر لینا ❀ بیماری یا کسی مجبوری میں روزہ افطار کر لینا ❀ سحری کا وقت خیال کر کے صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھا لینا ❀ یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا ہے افطار کر لینا ❀ روزہ یاد ہو مگر وضو کرتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی چلا جائے ❀ قصداً منہ بھر کر قے کر لینا ❀ لوبان یا عود کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا ❀ منہ میں آنسو یا پسینہ کے قطرے چلے جائیں اور ذائقہ محسوس ہو اور روزہ دار اِن کو نگل لے۔

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں

❀ جان بوجھ کر کچھ کھا پی لینا، مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو ❀ بیوی سے صحبت کرنا جبکہ روزہ یاد ہو ❀ جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھا لینا ❀ جان بوجھ کر سگار، حقہ، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ پینا ❀ اگر کسی نے تھوڑی نسوار روزہ کی حالت میں منہ میں رکھ کر فوراً نکال دی اور اس کو یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ مگر عام طور پر چونکہ ایسا ہونا مشکل ہے کہ نسوار کا جز حلق میں نہ جائے خصوصاً جبکہ استعمال کرنے والے دیر تک منہ میں رکھتے ہیں اور اس کے رہنے سے تھوک بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا مروجہ طور پر نسوار استعمال کرنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اس سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے ❀ قضا یہ ہے کہ روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھے ❀ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے جہاں غلام نہ ملتے ہوں یا غلام کے خریدنے پر قدرت نہ ہو وہاں ساٹھ روزے مسلسل رکھے ناغہ نہ ہو ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے رکھنے ہوں گے اور اگر روزہ کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلائے۔

تراویح کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیے اور میں نے رمضان کی رات میں قیام (یعنی تراویح) کو سنت قرار دیا پس جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح سے نکل جائے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا (نسائی، ترغیب وترہیب)

تراویح کے مسائل

رمضان المبارک کے پورے ماہ روزانہ بیس رکعات تراویح مرد وعورت دونوں کے لئے سنت موکدہ ہیں۔ بلاعذر تراویح چھوڑنے یا بیس رکعات سے کم پڑھنے والا مرد ہو یا عورت گنہگار رہے بعض مرد حضرات اور اکثر خواتین تراویح کی نماز چھوڑ دیتے ہیں ایسا ہرگز نہ کرنا چاہے اور تراویح کی بیس رکعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں اور مشرق سے مغرب تک پوری امت مسلمہ میں بیس رکعات کا تعامل رہا ہے۔ لہٰذا آٹھ پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں۔ پورے رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے، قرآن مجید مکمل ہو جانے کے بعد تراویح چھوڑ دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ دونوں الگ الگ مستقل سنت ہیں۔ تراویح دو دو رکعات کر کے پڑھنا بہتر ہے اور ایک سلام سے چار چار بھی پڑھنا جائز ہے۔ خواتین کو تراویح کی نماز اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ پڑھنی چاہئے، ان کو مسجد میں پڑھنے کے لئے آنا مکروہ ہے۔ تراویح میں نابالغ لڑکے کو امام بنانا جائز نہیں۔ ڈاڑھی منڈانے یا ایک مٹھی سے کم کرنے والا حافظ اس حرام فعل کی وجہ سے فاسق ہے (خواہ دوسری باتوں میں کتنا نیک ہو) اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب ہے۔ اسی طرح دوسرے گناہوں کا حکم ہے مثلاً غیبت کرنا، مرد کو ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا، گانا سننا، بلاضرورت تصویر بنوانا، رکھنا، حرام کمانا، کھانا، ناجائز ملازمت کرنا، ٹی وی دیکھنا، بدعت کا ارتکاب کرنا وغیرہ جو ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ قرآن مجید سنانے پر کسی قسم کی اجرت یا معاوضہ لینا دینا حرام ہے خواہ معاوضہ طے کرلیا جائے، یا رواج ہو کہ کچھ نہ کچھ لینا دینا لازمی سمجھا جاتا ہو اور خواہ اس کو معاوضہ کہا جائے یا تحفہ، ہدیہ، اعانت وغیرہ اور نقدی کی شکل میں دیا جائے یا جوڑے کی صورت میں بہرحال ناجائز ہے اسی طرح ایسے حافظ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں جس کو نماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہ ہوں کہ کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور کن چیزوں سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے وغیرہ نیز ایسے شخص کے پیچھے تراویح پڑھنا بھی جائز نہیں جس کا تلفظ صحیح نہ ہو اور قرآن مجید کو غلط پڑھتا ہو یا وہ قرآن مجید کو بہت تیز پڑھتا ہو کہ جس سے حروف کٹ جاتے ہوں اور **یعلمون تعلمون** سمجھ آتا ہو یا نماز کے افعال اتنی جلدی ادا کرتا ہو کہ نماز کے فرائض یا واجبات بھی پورے نہ ہوتے ہوں، جہاں ان مذکورہ شرائط کے مطابق حافظ نہ ملے وہاں غیر حافظ کے پیچھے چھوٹی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ لی جائے۔ اگر تراویح کی کوئی رکعت فاسد ہو جائے تو اس

میں پڑھا ہوا قرآن مجید بھی دہرانا چاہئے، نماز میں پڑھی گئی آیت سجدہ کا اسی نماز میں سجدہ کرنا ضروری ہے اگر اسی نماز میں سجدہ ادا نہ کیا تو نماز کے بعد یہ سجدہ ادا نہ ہوگا اب توبہ واستغفار کے سوا معافی کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی تراویح نہ پڑھ سکے اور صبح صادق ہو جائے تو اب اس کی قضاء نہیں، صرف توبہ واستغفار کیا جائے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص روزہ نہ رکھے وہ تراویح بھی نہ پڑھے یہ غلط ہے، روزہ اور تراویح دونوں الگ الگ حکم ہیں ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنا صحیح نہیں۔

تسبیح تراویح

ہر چار رکعت تراویح کے بعد کچھ دیر وقفہ کرنا بہتر ہے اس درمیان خواہ خاموش رہے یا دعا کرے یا کوئی ذکر وغیرہ آہستہ آواز میں پڑھے یا تسبیح پڑھ لے لیکن تسبیح تراویح کے نام سے مشہور دعا کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا یا تراویح کی سنت سمجھنا غلط ہے اس کو بآواز بلند پڑھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ بہت سے لوگ اہم مسائل کو چھوڑ کر صرف تسبیح تراویح کو شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں یہ بھی حد سے تجاوز ہے۔

لاؤڈ اسپیکر پر تراویح

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کرنا چاہئے، آج کل بعض مساجد میں تراویح کے لئے مسجد کا اوپر والا اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں کئی گناہ ہیں (مثلاً قرآن مجید کی بے ادبی، آیت سجدہ سننے والوں پر سجدے کا لزوم، عبادت یا آرام میں مشغول یا مریضوں کو خلل اور تکلیف پہنچنا) اس لئے عام حالات میں مسجد کے اندرونی اسپیکر کے استعمال پر اکتفا کرنا چاہئے۔ ختم قرآن کے موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی اور چراغاں کرنا، مووی بنانا، ہار پہننے پہنانے کا اہتمام والتزام کرنا یا اس تقریب میں کسی مقرر کی تقریر کو لازم سمجھنا اور رسمی طور پر چندہ کر کے مٹھائی یا دوسری چیزوں کی تقسیم کا اہتمام کرنا جس سے ایک تو مسجد میں شور وغوغا ہوتا ہے جو مسجد کے ادب وحرمت کے خلاف ہے اور دوسرے بعض دفعہ مٹھائی وغیرہ کے ذرات مسجد میں جا بجا گر جاتے ہیں جس سے مسجد بھی آلودہ ہوتی ہے اور رزق کے وہ ذرات بھی پائمال ہوتے ہیں، محض اپنے ایک شوق اور رسم کو پورا کرنے کے لئے مسجد کی اتنی بے حرمتی نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے، لہٰذا ایسے مواقع پر مسجد کی بے احترامی کی جتنی صورتیں ہیں سب سے پرہیز ضروری ہے۔ یہاں مختصر مسائل تحریر کیے گئے ہیں، تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''رمضان المبارک کے فضائل واحکام ملاحظہ فرمائیں۔

اعتکاف کے مسائل

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں (بیسویں روزہ کے دن سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک) جو اعتکاف کیا جاتا ہے یہ مسنون اعتکاف کہلاتا ہے، مسنون اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ ”میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں“ (عالمگیری) مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروب سے پہلے کر لینی چاہئے۔ مسنون اعتکاف صحیح ہونے کے لئے روزہ ضروری ہے اگر کوئی اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا اس کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ جس نے پہلے دو عشروں میں پابندی سے روزے نہ رکھے ہوں یا تراویح نہ پڑھی ہو وہ مسنون اعتکاف نہیں کر سکتا یہ غلط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں بعض چیزیں جائز بعض مکروہ وممنوع اور ایسی ہیں کہ ان سے ثواب وقبولیت ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان سے بچنے کا پورا اہتمام رکھیں۔

اعتکاف کی حالت میں جائز کام

کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو ملوث نہ کیا جائے اور مسجد کا احترام رکھا جائے) ★ سونا ★ بات چیت کرنا (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے، شامی) ★ نکاح یا کوئی اور عقد کرنا (بحر) ★ کپڑے بدلنا ★ خوشبو لگانا ★ سر اور داڑھی میں تیل لگانا ★ کنگھی کرنا بشرطیکہ مسجد، اس کی دیوار، چٹائی وغیرہ تیل اور بالوں سے ملوث نہ ہو (خلاصۃ الفتاویٰ) ★ مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا، نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا ★ قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا اور لینا ★ برتن، کپڑا دھونا، سینا بشرطیکہ مسجد ملوث نہ ہو اور پانی مسجد سے باہر گرے اور خود مسجد میں رہیں ★ ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا (شامی) ★ حجامت بنانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں بلکہ کسی کپڑے وغیرہ پر جمع کریں۔ مگر ڈاڑھی مونڈنا یا ایک مٹھی سے کم کرنا تو ہر حال میں حرام ہے اور رمضان، اعتکاف و مسجد میں ہونے کی وجہ سے اس کا گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے ★ بقدر ضرورت بستر، صابن، کھانے پینے اور ہاتھ وغیرہ دھونے کے برتن اور مطالعہ کے لئے دینی کتب مسجد میں رکھنا، (لیکن اتنا سامان نہ ہو کہ بازار ہی لگ جائے یا جگہ گھر جانے کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہو ★ بقدر ضرورت اپنے اور بال بچوں یا خرید و فروخت سے متعلق باتیں کرنا ★ پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے ہوئے کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کرنا بشرطیکہ اس کے لئے ٹھہرنا نہ پڑے (مرقاۃ) ★ معتکف

کو مسجد میں سگریٹ پینا جائز نہیں کم از کم اعتکاف کے دنوں میں تو بالکل چھوڑ ہی دے البتہ اگر کسی کو شدید تقاضا ہو تو پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے آتے ہوئے یا بیت الخلاء میں پینے کی گنجائش ہے، لیکن ساتھ ہی اس کی بدبو الائچی وغیرہ کھا کر یا مسواک کر کے دور کرے مگر صرف منہ صاف کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ ٹھہرے آتے جاتے ہوئے یہ ضرورت پوری کر سکتا ہے یا پھر وضو کے ساتھ منہ صاف کر لے۔

اعتکاف کے ممنوعات ومکروہات

بعض چیزیں تو ہر حال میں حرام ہیں اور اعتکاف، رمضان، روزے اور مسجد میں ان کی برائی کئی طرح سے بڑھ جاتی ہے مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا، لڑانا، جھوٹ بولنا، گالی دینا، جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی کو ناحق تکلیف پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری دکھلاوا کرنا، دین کے متعلق بلاتحقیق بحث ومباحثہ اور رائے زنی کرنا وغیرہ (شامی بتصرف)

★ جو باتیں جائز ہوں جن کے کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، بوقت ضرورت، بقدر ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں (درمختار) ★ معتکف کو بلاضرورت کسی شخص کو جائز باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے ★ معتکف کو اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات ورسائل یا اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا سننا جائز نہیں ★ بعض عوام دوست واحباب کے ساتھ کسی ایک جگہ اسلئے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، تاکہ دل لگا رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا آسان ہو اور پھر اعتکاف میں ہنسی مذاق، فضول گوئی، غپ شپ، دل لگی میں مبتلا رہتے ہیں جو سراسر غلط ہے ★ بعض لوگ شہرت کی غرض سے مشہور مسجد میں اعتکاف کرتے ہیں، جب نیت میں اخلاص نہ رہا تو ثواب کیسے حاصل ہوگا؟ ★ بعض لوگ مسجد کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے ★ بعض ضرورت سے زیادہ سامان اور بکھیڑا مسجد میں لے آتے ہیں ★ بعض کو دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا آرام کے وقت اونچی آواز سے بات چیت یا ذکر وتلاوت کرتے ہیں یا بجلی وغیرہ جلا کر روشنی کر دیتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ سب امور گناہ اور منع ہیں دوسروں کے آرام کے وقت کسی کو تکلیف ہو تو بجلی نہ جلائیں صرف اپنی طرف کی جلائیں یا چھوٹے لیمپ سے کام لیں ★ بعض لوگ مسجد کی بجلی اور پانی، گیس وغیرہ کا بے جا اور فضول استعمال کرتے ہیں جو گناہ ہے، مسجد کی چیزیں بوقت

ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنی چاہئیں ★ بعض معتکف حضرات دوسرے کی چیزوں کو ان کی اجازت اور خوش دلی کے بغیر استعمال کرلیتے ہیں جو کہ ناجائز ہے۔

ان ضروریات کے لئے نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا

پیشاب پاخانے اور استنجے کی ضرورت کے لئے ★ غسل واجب کے لئے ،احتلام ہونے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا پہلے فوراً تیمّم کرلینا چاہئے ★ وضو کرنے کے لئے (وضو کے ساتھ مسواک منجن ،صابن اور تولیہ کا استعمال جائز ہے لیکن وضو کے بعد ایک لمحہ باہر نہ ٹھہرے) ★ کھانے پینے کی ضروری اشیاء باہر سے لانے کے لئے جبکہ کوئی اور شخص لانے والا نہ ہو ★ جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جانا ،لیکن ان سب امور میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بوقت ضرورت نکلے اور بقدرِ ضرورت باہر ٹھہرے ★ اگر کوئی معتکف بلاضرورت بھول کر یا جان بوجھ کر تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد سے نکل جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا **تنبیہ:۔** صرف ہاتھ دھونے ،کلی کرنے ،دانت صاف کرنے ،برتن و کپڑے دھونے سگریٹ پینے ،مسجد کا بیرونی دروازہ بند کرنے ،اور اسی طرح کے دوسرے کاموں کے لئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے جبکہ خاص انہیں ضروریات کے لئے نکلا جائے۔

مسجد کی حدود

معتکف کو مسجد کی حدود اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں جو جگہ خاص نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی گئی ہو اور نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو (جیسے مسجد کا ہال ،برآمدہ) اعتکاف کے لحاظ سے صرف اتنا حصہ مسجد کہلاتا ہے۔ اور امام و مؤذن کا حجرہ سامان رکھنے کا کمرہ ،استنجا خانہ ،غسل خانہ ،مسجد کا بیرونی دروازہ ، وضو خانہ ، جوتے اتارنے کی جگہ عام طور پر عین مسجد کی حدود میں شامل نہیں ہوتی ،لہٰذا بلاضرورت ان جگہوں میں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مسجد کی چھت پر جانے کے لئے زینہ کا راستہ اگر عین مسجد کی حدود سے باہر ہو تو وہاں جانے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی جگہ عین مسجد میں شامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ پس کسی جگہ کا مسجد ہونا الگ چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہونا الگ چیز ہے۔ اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے

اعتکاف کی قضاء

اگر کسی کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو صرف اس ایک دن کی قضاء واجب ہے جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے اگر دن

میں ٹوٹا تو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک روزے کے ساتھ قضاء کرے، اور اگر رات کو ٹوٹا ہے تو پھر رات اور دن دونوں کی قضاء کرے یعنی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو وہاں رہے اگلے دن روزہ رکھے اور غروب کے بعد مسجد سے نکل جائے۔ اگر اعتکاف ٹوٹنے کے بعد رمضان کے کچھ دن باقی ہوں تو ان دنوں میں بھی قضاء کی جاسکتی ہے ورنہ پھر بعد میں کرے

اعتکاف کی چند رسمیں

مندرجہ ذیل رسمیں اعتکاف کرنے والوں میں روز بروز بڑھ رہی ہیں ان سے بچنا بھی ضروری ہے ★ ایک دوسرے کی طرف سے معتکفین کا مقابلہ بازی میں بڑائی کے لئے افطار پارٹی دینا ★ اعتکاف ختم ہونے پر اجتماعی دعا کا خصوصی اہتمام والتزام کرنا ★ اعتکاف کرنے والوں کو سوٹ، مٹھائیوں اور دوسری چیزوں سے مبارک باد دینا (اگر رسم اور لازم سمجھے بغیر ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ایسا کم ہے) ★ ٹولیوں اور وفد کی شکل میں اعتکاف کرنے والوں کا پرجوش استقبال کرنا پھولوں یا نوٹوں کے ہار ڈالنا، نعرے بازی اور نعت خوانی کے ساتھ واپس لوٹنا ★ اعتکاف کرنے والوں کا چاند نظر آنے پر باہمی معانقہ کا اہتمام کرنا ★ رشتہ داروں کا گھروں میں جمع ہونا ★ اعتکاف کے بعد انفرادی یا اجتماعی تصاویر بنوانا وغیرہ وغیرہ ان تمام رسموں اور نمود ونمائش کے مظاہر سے بچنا ضروری ہے ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کے مصداق اجر ضائع ہو کر زجر کے مستحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

شبینہ کا حکم

قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا، سننا سنانا، بڑے اجر وثواب کا باعث ہے لیکن موجودہ دور میں عام طور پر شبینے پڑھنے پڑھانے کا جو سلسلہ چلا ہوا ہے اور اس میں روز بروز مزید مختلف رسمیں ایجاد ہوتی جارہی ہیں اس وجہ سے ان مروجہ شبینوں میں متعدد خرابیاں پائی جاتی ہیں اور اس قسم کے شبینوں کا صحابہ، تابعین ائمہ دین اور سلف صالحین کسی سے ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ موجودہ دور کی ایجاد ہیں اس لئے مروجہ شبینے ممنوع ہیں، لیکن اگر مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ رکھ کر پڑھا جائے تو گنجائش ہے (۱) کلام پاک ترتیل سے پڑھا جائے اور تجوید کے قواعد ملحوظ رکھے جائیں (۲) نوافل کے بجائے تراویح میں پڑھا جائے کیونکہ اس طرح نوافل کی جماعت مکروہ ہے (۳) نماز پڑھانے والا امام عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو (۴) رضائے الٰہی اور اخلاص مقصود ہو، دکھلاوا، نام ونمود اور شہرت کا قطعاً شائبہ نہ ہو (۵) قرآن کریم سنانے پر شرط لگا کر یا رواج ہوتے

ہوئے بغیر شرط لگائے بھی کسی قسم کی اجرت اور معاوضہ نہ لیا دیا جائے (۶) تمام شرکاء شوق اور ذوق کے ساتھ اس میں شرکت کریں (۷) نماز، قرآن مجید اور مسجد کا پورا احترام ملحوظ رکھیں (بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے یا لیٹے رہنا یا بات چیت کرنا، چائے قہوہ وغیرہ کے دور میں مشغول رہنا بھی جماعت اور قرآن کریم کے ادب کے خلاف ہے خواہ رکوع میں شامل ہو جائیں (۸) اوپر کا (بیرونی اور بڑا) لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے بلکہ آواز کو نمازیوں تک محدود رکھا جائے (۹) ضرورت سے زیادہ لائٹنگ (Lighting) چراغاں اور ہر طرح کے اسراف وفضول خرچی سے پرہیز کیا جائے (چوری کی بجلی کا اس موقعہ پر استعمال دوہرا گناہ ہے) (۱۰) مروجہ طریقہ پر رسمی چندہ سے پرہیز کیا جائے (۱۱) اختتام پر بغیر چندہ کے بھی مٹھائی وغیرہ بانٹنے کو لازم نہ سمجھا جائے (۱۲) ہر قسم کی خرافات، رسم ورواج سے بچا جائے۔ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ان تمام شرائط کا آج کل عام طور پر خیال اور اہتمام نہیں کیا جاتا لہٰذا مروجہ شبینے ناجائز اور واجب الترک ہیں (والتفصیل فی اصلاح الرسوم، امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ وغیرہ)

نوٹ:۔ عشرہ اخیرہ اور خاص کر طاق راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنا چاہئے لیکن اجتماعی عبادت یا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے عبادت کا گھڑ لینا صحیح نہیں۔ عید کی تیاری کے لئے رمضان کے قیمتی اوقات ضائع کرنا اور عورتوں کا بن سنور کر بازاروں کا طواف کرنا سخت گناہ اور رمضان کی بے حرمتی ہے

جمعۃ الوداع

بعض لوگ رمضان المبارک اور خاص کر جمعۃ الوداع میں قضاء عمری کے نام سے چند رکعتیں پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ذمہ میں قضاء شدہ ساری نمازیں اس طرح ادا ہو جاتی ہیں یہ سراسر غلط ہے شریعت میں اس قسم کا کوئی ثبوت نہیں ★ اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان یا آخری جمعہ کو جو کپڑا پہنا جائے اس کا حساب نہ ہوگا، یہ بھی غلط ہے ★ بعض لوگ صرف آخری جمعہ کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور باقی روزوں کا اہتمام نہیں کرتے ★ جبکہ بعض لوگ صرف جمعہ کو مسجد وغیرہ میں افطاری بھیجنے کا اہتمام کرتے ہیں جو زیادہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوتی ہے ★ بعض حضرات جمعۃ الوداع کو نعتیہ انداز میں وداع وفراق کے مضامین بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں جس کا ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے (بہشتی گوہر) ★ کچھ لوگ جمعۃ الوداع کو عید الفطر کی طرح سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے (رمضان المبارک کے تفصیلی فضائل ومسائل کے لئے ادارہ غفران کی مطبوعہ کتاب ''رمضان المبارک کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

(جاری ہے)

بسلسلہ: تاریخی معلومات طارق محمود صاحب

ماہِ رمضان: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ رمضان ۱۰۵ھ**: میں جراح بن عبداللہ حکمی اور ترک بادشاہ خاقان کے درمیان جنگ ہوئی اور یہ جنگ کئی دن تک جاری رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو بری طرح شکست دی (العبر فی خبر من غبر ص ۱۲۸ لمحمد بن احمد بن عثمان الذہبی، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۳۳۱، شذرات الذہب ج ا ص ۱۲۸)

□......**ماہِ رمضان ۱۰۷ھ**: میں جراح بن عبداللہ الحکمی کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آذربائیجان اور آرمینیا کی امارت سے معزول کیا اور اس کے بھائی مسلمہ کو یہاں کا حکمران بنایا گیا جس نے جہاد کے ذریعہ قیساریہ اور عنوہ کے مقام کو فتح کیا (تقویم تاریخی ص ۲۷، العبر فی خبر من غبر ص ۱۳۱، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۳۳۷، شذرات الذہب ج ا ص ۱۳۴)

□......**ماہِ رمضان ۱۱۴ھ**: میں حجاز کے فقیہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۹) آپ جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماعت کی ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عطاء بیس سال تک مسجد میں رہے امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطاء رحمہ اللہ کی ایسی حالت میں وفات ہوئی کہ وہ زمین والوں کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھے (العبر فی خبر من غبر ص ۱۴۲، شذرات الذہب ج ا ص ۱۴۷)

□......**ماہِ رمضان ۱۱۷ھ**: میں حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ کی ولادت اسی رات کو ہوئی تھی جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا اس لئے آپ کا نام انہی کے نام پر رکھا گیا، آپ بہت عبادت گزار تھے دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے (المنتظم لابن جوزی ج ۷ ص ۱۸۱)

□......**ماہِ رمضان ۱۲۰ھ**: میں امام ضحاک رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۶) آپ بلخ، سمرقند اور نیشا پور میں رہے، آپ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ حضرت انس، ابن عمر، ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور بہت سے تابعین سے روایت کرتے ہیں (البدایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ ثنتین ومائۃ الضحاک بن مزاحم الہلالی)

□......**ماہِ رمضان ۱۲۲ھ**: میں ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۳۱) آپ بصرہ کے قاضی تھے اور آپ کی ذہانت لوگوں میں مشہور تھی اسی وجہ سے آپ کو ایاس الذکی بھی کہا جاتا ہے (البدایہ

ج ۹ ثم دخلت سنۃ ثنتین وعشرین ومائۃ، ایاس الذکی)

□......ماہِ رمضان ۱۲۴ھ: میں امام زہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۱) آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی آپ کا شمار تابعین کے اونچے طبقے میں ہوتا ہے ''العبر فی خبر من غبر ص ۱۵۱ میں آپ کا سن وفات ۱۲۰ھ لکھا ہے'' (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۶۲، الطبقات الکبریٰ ص ۱۸۵، طبقات الفقہاء ج ۱ ص ۴۷، البدایہ والنہایہ ج ۹ الزہری، المنتظم لابن جوزی ج ۷ ص ۲۳۵)

□......ماہِ رمضان ۱۳۰ھ: میں حضرت خالد بن معدان الکلاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ کو حضرت ابوعبیدۃ، حضرت معاذ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سند حاصل ہے (المنتظم لابن جوزی ج ۷ ص ۸۴)

□......ماہِ رمضان ۱۳۱ھ: میں حضرت محمد بن جحادۃ الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ص ۱۷۳)

□......ماہِ رمضان ۱۳۱ھ: میں حضرت ابوالزناد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی حضرت سفیان رحمہ اللہ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے آپ کی وفات اچانک غسل خانے میں ہوگئی تھی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۳)

□......ماہِ رمضان ۱۳۹ھ: میں سلمان بن علی کو بصرہ کی ولایت سے معزول کیا گیا اور اس کی جگہ سفیان بن معاویہ کو نیا امیر بنایا گیا (المنتظم لابنِ جوزی ج ۸ ص ۲۲، تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۹۲)

□......ماہِ رمضان ۱۴۵ھ: میں حضرت حسن بن ثوبان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت حیوۃ بن شریح اور حضرت لیث بن سعد رحمہما اللہ جیسے حضرات بھی شامل ہیں (المنتظم لابنِ جوزی ج ۸ ص ۹۱)

□......ماہِ رمضان ۱۴۸ھ: میں کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۷) امام احمد بن یونس رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ سب سے بڑے فقیہ ہیں (العبر فی خبر من غبر ص ۲۱۱ شذرات الذہب ج ۱ ص ۲۲۴)

□......ماہِ رمضان ۱۵۳ھ: میں حضرت محمد بن راشد الازدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۹) آپ ابوجبارۃ الحسن سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کا شمار طلبِ حدیث میں یمن کی طرف سفر کرنے والوں میں پہلے نمبر پر ہوتا ہے اور یمن میں آپ کی ملاقات ھمام ابن منبّہ سے بھی ہوئی (العبر فی خبر من

Idara Ghufran

عبر ص ۲۲۱، شذرات الذہب ج ۱ ص ۲۳۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۹)

□...... **ماہِ رمضان ۱۶۸ھ**: میں رومیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے صلح کے معاہدے کو توڑا یہ معاہدہ ہارون الرشید اور رومیوں کے درمیان ہوا تھا، معاہدے کی خلاف ورزی پر علی بن سلیمان اور یزید بن البدر نے ان پر حملہ کیا اور کامیاب ہوئے، اور بہت سارا مالِ غنیمت حاصل کیا (الکامل لابنِ عدی ج ۵ ص ۲۵۷، تاریخِ طبری ج ۴ ص ۵۸۲، البدایہ ج ۱۰ ثم دخلت سنۃ ثمان وستین ومائۃ)

□...... **ماہِ رمضان ۱۶۸ھ**: میں حضرت مندل بن علی العنزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام ابو اسحاق، امام اعمش اور امام عاصم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں (المنتظم لابنِ جوزی ج ۸ ص ۳۰۳)

□...... **ماہِ رمضان ۱۷۰ھ**: میں افریقہ کے حاکم یزید بن حاتم کی وفات ہوئی، خلیفہ منصور کو جب یہ خبر ہوئی کہ افریقہ کے حکمران عمر بن حفص سے خوارج کا فتنہ نہیں دب رہا تو اس نے یزید بن حاتم کو خوارج کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور یزید بن حاتم نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ خوارج کے فتنہ کو دبایا (الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۸)

□...... **ماہِ رمضان ۱۷۱ھ**: میں حضرت عمر بن میمون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ ۲۰ سال تک ماوراء النہر کے شہر بلخ کے قاضی رہے، آخری عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے (المنتظم لابنِ جوزی ج ۸ ص ۳۳۹)

□...... **ماہِ رمضان ۱۷۴ھ**: میں افریقہ کے حاکم روح بن حاتم کا انتقال ہوا، ان کو خلیفہ ہارون الرشید نے اس کے بھائی یزید بن حاتم کی وفات کے بعد افریقہ کا حاکم مقرر کیا تھا ''قیروان'' کے مقام پر وفات ہوئی اور اپنے بھائی یزید بن حاتم کی قبر کے قریب دفن ہوئے (الکامل لابنِ عدی ج ۵ ص ۲۸۲)

□...... **ماہِ رمضان ۱۷۹ھ**: میں حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ نے ابو عمران الجونی اور انس بن سیرین رحمہ اللہ سے سماعت کی، حضرت عبدالرحمان فرماتے ہیں کہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ کوفہ میں امام ثوری اور حجاز میں امام مالک بصرہ میں امام حماد بن زید اور شام میں امام اوزاعی رحمہم اللہ تھے ''المنتظم لابن جوزی ج ۹ ص ۴۱ پر ان کی وفات کا سن ۱۸۱ھ لکھا ہے'' (العبر فی خبر من غبر ۲۷۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۳، تاریخ خلیفہ ابن خیاط ۴۵۱)

□...... **ماہِ رمضان ۱۸۱ھ**: میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۶) آپ بہت بڑے فقیہ، عابد اور زاہد انسان تھے آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے، آپ بہت بڑے تاجر

بھی تھے اور ایک سال میں فقراء پر ایک لاکھ درہم خرچ کرتے تھے، ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال اللہ کے راستے میں جہاد کرتے تھے (العبر فی خبر من غبر ص۲۸۱، الکامل لابنِ عدی ج۵ ص۳۱۵، المنتظم لابن جوزی ج۹ ص ۶۳، شذرات الذھب ج۱ ص۲۹۵)

□......**ماہِ رمضان ۱۸۱ھ:** میں محمد بن مقاتل افریقہ کے حاکم کی حیثیت سے ''قیروان'' تشریف لائے آپ خلیفہ ہارون الرشید کے رضاعی بھائی بھی تھے (الکامل لابنِ عدی ج۵ ص۳۱۲)

□......**ماہِ رمضان ۱۸۳ھ:** میں حضرت داؤد بن مہران الربعی کی وفات ہوئی آپ بہت بڑے عالم تھے لیکن آپ سے کوئی حدیث نہیں مروی ۱۰۰ھ میں پیدائش ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ ص۸۴)

□......**ماہِ رمضان ۱۸۳ھ:** میں حضرت ابن السماک رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۶) آپ کا اصل نام محمد بن صبیح تھا آپ اسماعیل بن ابی خالد، امام اعمش امام ثوری اور ہشام بن عروہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں (البدایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ ثلاث وثمانین ومائۃ)

□......**ماہِ رمضان ۱۸۶ھ:** میں حضرت اصبغ بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ ص۱۲۰)

□......**ماہِ رمضان ۱۹۰ھ:** میں حضرت عطاء بن مسلم الحلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ بغداد میں رہتے تھے اور امام اعمش رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم لابنِ جوزی ج۶ ص۱۸۷)

□......**ماہِ رمضان ۱۹۰ھ:** میں قاضی اسد البجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۸) آپ بغداد اور واسط کے قاضی تھے جب آپ کی نظر کمزور ہوگئی تو آپ نے قاضی کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا (البدایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ تسعین ومائۃ من الھجرۃ)

Idara Ghufran

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

محمد امجد حسین صاحب

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۷)

اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کے مظاہر جو نظامِ ربوبیت کے تحت اس دنیا میں توالد و تناسل کی شکل میں روزِ اول سے جاری ہیں کہ عناصرِ اربعہ (ہوا، آگ، پانی، مٹی) کے امتزاج و ترکیب سے یہ خاکدانِ ارضی گلِ گلزار اور سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے اور گل بوٹوں، پھول، پھل، اناج غلہ، گھاس چارہ اور سبزیوں وترکاریوں کے خزانے لٹاتی ہے، جو اول وہلے میں اکثر اصناف حیوانات یعنی جانداروں کی غذا بنتی ہے اور جسم حیوانی کے نظامِ انہضام سے گذر کر شریانوں میں اس غذا کے لطیف اجزاء خون اور روحِ حیوانی کی شکل میں گردش کرنے لگتے ہیں جو ان حیوانات کے جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھتے ہیں اور اس کے وجود و بقا کا باعث بنتے ہیں، اور پھر اسی خون کے لطیف اجزاء سے قطرہ منی وجود پاتا ہے، یہ قطرۂ نر و مادہ کے ملاپ سے اپنے مخصوص نظام کے مطابق دوبارہ خون بنتا ہے اور پھر اس سے گوشت ہڈی اور کھال، بال وغیرہ بن کر اور حمل کے تمام مرحلوں سے گذر کر اس جنسِ حیوان کے نومولود بچے کی صورت میں ایک نئی تخلیق کا لباس پہن کر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے جو پھر شیرخوارگی، بچپن، لڑکپن، جوانی وغیرہ کی منازل بتدریج ایک خاص نظام کے تحت طے کرتا ہے، تو اس سارے عجیب وغریب، پائیدار و مستحکم نظام پر انسان ظلوم وجہول نہ چونکتا ہے اور نہ عموماً تدبر و تفکر کرتا ہے، حالانکہ زمین سے تیغ پھوٹنے سے لے کر بلکہ اس سے بھی آگے خود عناصرِ اربعہ کے وجود، ترکیب و امتزاج اور مخصوص نظام و کیفیات سے لے کر ایک دانا و بینا انسان اور ایک متحرک و چلتے پھرتے اور اڑتے بھاگتے حیوان کے وجود میں آنے اور پھر آگے ان تمام جانداروں کا نمود و افزائش کے مختلف درجات سے گذرنے تک کے تمام مراحل میں کون سا مرحلہ ایسا ہے جو ایک علیم و حکیم ذات اور قادرِ مطلق صانع کی صنعت گری و کاریگری کا چیخ چیخ کر اعلان نہ کرتی ہو؟

لیکن یہی قادرِ مطلق و حکیم ذات جس کے دستِ قدرت اور صفتِ خالقیت و ربوبیت کے یہ سارے مربیانہ و حکیمانہ کرشمے ہیں وہ جب محض اپنی اس ایک صفتِ ربوبیت کو کسی تخلیق سے موقوف کر کے اور درمیان کے سارے واسطے و مرحلے اٹھا کر بغیر سلسلہ اسباب و مراحلِ تدریج کے چشم زدن میں صفتِ خالقیت کا مظاہرہ فرماتے ہیں، تو ظلوم وجہول انسان کفر و انکار پر اتر آتا ہے اور وہ عقل جو اللہ تعالیٰ نے مصنوعات میں غور

کر کے صانع کا پتہ چلانے اور اس کی معرفت میں آگے بڑھنے اور اس صانع وخالق کی بندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے عطا فرمائی تھی باغی ہو کر اس کی صفات کے انکار، اس کی قدرتوں کی تکفیر اور اس کی خالقیت کے مظاہر کے لئے کوئی اور منبع ومصدر تلاش کرنے میں حیراں وسرگرداں ہو جاتی ہے، معجزہ تو اس صفتِ خالقیت کے مظاہرے کی عموماً ایک فرمائشی شکل ہوتی ہے ورنہ نظامِ ربوبیت سے ہٹ کر خالقیتِ محض کے جو بے پایاں مظاہر ہیں ان کا زمان ومکان احاطہ بھی نہیں کر سکتے، بس ابتلاء وآزمائش کے لئے انسان کی آنکھ پر پردہ پڑا ہوا ہے یہ پردہ اٹھ جائے تو ایک معجزہ کیا ایک پورا عالم معجزات سے معمور انسان کے سامنے آجائے گا، پھر اس وقت اس منکر ناشکرے انسان سے کہا جائے گا ''فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ'' پس ہم نے زائل کر دیا تجھ سے تیرا پردہ تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے (سورۃ ق)

ع پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

اس کو مزید ایک حسی مثال سے ہم سمجھاتے ہیں جو خود ہماری اس مادی دنیا و ناسوتی عالم میں ہی پیش آتی ہے جس سے واضح ہو گا کہ نظامِ ربوبیت اور صفتِ خالقیت میں عقلی طور پر بھی رشتہ کتنے قریب کا ہے۔

ایک عصا (لاٹھی، لکڑی، نبات) کے سانپ بن جانے کی فطری یعنی نظامِ ربوبیت کے تحت صورت یہ ہے کہ پہلے وہ گل سڑ کر مٹی ہو گئی پھر یہی مٹی سانپ کی غذا بن گئی یا یہ مٹی نمو پا کر پھر تیغ بن کر زمین سے پھوٹ نکلی اور پودے کی صورت میں لہلہانے لگی اس پودے پر پھل پھول اور برگ وبار آئے یہ پھل پھول یا پتے وغیرہ پرندے یا مرغ نے کھائے اس کی غذائیت کے اجزاء مختلف مراحل سے گذر کر انڈے کی صورت میں اس چرند پرند کے شکم سے باہر آئے اور پھر یہ انڈا سانپ کی غذا بن گیا یا اس انڈے سے کئی مراحل سے گذر کر بچہ برآمد ہوا وہ چوزہ سانپ کی غذا بن گیا اور پھر اس غذا سے سانپ میں نطفہ تشکیل پذیر ہوا اس نطفہ سے کل کو ایک اور نومولود سانپ نکل کر لہرانے، رینگنے اور ادھر ادھر دوڑنے لگا، دیکھو یہ کئی صورتیں جن میں سے کوئی مختصر کوئی اس سے ذرا طویل ہے لیکن یہ سب نظام ربوبیت کے تحت لکڑی سے سانپ بننے کی ہیں اور دنیا میں از آدم تا ایں آدم جاری وساری ہیں مجال کیا کہ کوئی ربوبیت کے اس بلیغ ولطیف نظام پر چونکتا ہو، لیکن یہی لاٹھی، سوٹا اور عصا جب خدا کے بھیجے ہوئے معصوم نبی کے ہاتھ میں تائیدِ ربانی سے آناً فاناً سانپ اور اژدھا بن کر معجزہ کی صورت میں لہرانے لگتا ہے تو بہت سوں کی آنکھیں تو اس معجزہ سے کھل جاتی ہیں اور نفس ومادیت کے حجاب زائل ہو کر وہ بینا ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے کمال ڈھٹائی سے عناد پر اتر

آتے ہیں اور کفر عنادی کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اس کے بعد پھر یہی واقعہ جب مقدس صحیفوں اور مذھبی کتابوں میں نقل ہوکر بعد والوں کے سامنے خبر کی صورت میں آتا ہے تو نفس کے غلام اور خرد ودانائی کے دعویدار اور مشرق ومغرب کے ملحد فلاسفہ چین بہ جبیں ہوتے ہیں، ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور تشکیک وانکار میں اپنی مادیت کے ہوس کی تسکین پاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیونکر ہوا؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، ہم نہیں مانتے، ہم نہیں جانتے، یہ تخیلات ہیں، گپ ہیں، افسانے ہیں، مذہبی خوش اعتقادیاں ہیں، عقل اس کو باور نہیں کرتی ہم اہلِ خرد ہیں اہلِ مذہب کے فسانے کیوں باور کریں۔

اور اس سے بھی آسان مثال ایک یہ بھی ہے کہ برسات وغیرہ میں اکثر کیڑے مکوڑے اور مختلف حشرات الارض مٹی میں پیدا ہوجاتے ہیں اور اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء اور مختلف لحمیات گل سڑ کران میں بھی کیڑے مکوڑے پیدا ہوجاتے ہیں یہاں بھی ربوبیت کے عمومی کائناتی نظام سے ہٹ کر مٹی اور گندگی وغیرہ میں ایک خاص اعتدالی کیفیت پیدا ہوکر درمیانی واسطوں کے بغیر براہِ راست زندہ وذی روح جاندار اشیاء کا وجود ہوا اور تخلیق عمل میں آئی اور اس عمل کو ''تولدِ ذاتی'' کہتے ہیں اور اس تولدِ ذاتی کے یہ فلاسفہ اور نیچر پرست لوگ قائل ہیں اور قائل کیوں نہ ہوں کہ ہماری مادی دنیا کا مشاہداتی واقعہ اور بیّن حقیقت ہے جس سے انکار بدیہیات کا انکار اور مشاہدات کا جھٹلانا ہے جو محض سفسطہ اور نری حماقت ہے، کوئی ذی شعور وذی عقل انسان اس مشاہدے سے آنکھیں کیونکر بند کرسکتا ہے اور آنکھیں بند کر بھی لے تو حقیقت کیونکر بدلے گی؟ جب اس تولدِ ذاتی کے یہ مشاہدات شبانہ روز پیش آتے ہیں تو پھر حضرت آدم اور حضرت مسیح علیہما الصلاۃ والسلام کی تخلیق بطورِ تولدِ ذاتی میں کیا استبعاد رہا؟

ان فلاسفہ وحکماء کے اپنے اسی قسم کے ایک اصول سے بھی اس باب میں ان پر حجت تام ہوتی ہے وہ یہ کہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ نطفہ منی سے لے کر ذی روح کے عالمِ شباب کے عہد تک اس مجموعہ عناصر کو جو سالہا سال کا عرصہ صرف کرنا پڑا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان عناصر میں حیات کی قابلیت پیدا ہونے کے لئے ایک خاص قسم کے اعتدالِ ترکیب کی ضرورت تھی جب مدتِ مدید اور مراحل کی تدریج سے یہ اعتدال پیدا ہوگیا تو حیات پیدا ہوگئی۔

اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کسی مجموعہ عناصر میں اس قسم کا اعتدال پیدا ہوجائے جس میں حیاتِ حیوانی قبول کرنے کی صلاحیت ہو تو بغیر نطفہ، مضغہ، خون، گوشت، وضع حمل، شیر خوارگی بچپن وغیرہ درمیانی

واسطوں کے ایک کامل الخلقت حیوان یا انسان پتھر کی چٹان یا مٹی کے پتلہ سے بن کر کھڑا ہوسکتا ہے، اور لاٹھی سے سانپ بن سکتا ہے اور مٹی کے پتلوں میں روح پڑ کر پرندے بن سکتے ہیں، اس تفصیل سے خود حکماء کے نظریہ کے مطابق ثابت ہوگیا کہ ذی روح کی پیدائش کے لئے دنیا میں جو سلسلۂ اسباب عادتاً جاری ہے اس کے خلاف ہوسکتا ہے اور مُردے بھی زندہ ہوسکتے ہیں، جس کے نمونے ہمیں مختلف انبیاء کے معجزات میں نظر آتے ہیں۔

جو سائنٹسٹ فلاسفہ وحکماء دہریے ہیں یعنی وجودِ باری تعالیٰ کے منکر اور مادہ پرست ہیں وہ تو معرضِ بحث ہی نہیں کہ جب کائنات کی سب سے بڑی بدیہی حقیقت ایک علیم وخبیر صانع کے وجود ہی کا وہ انکار کرتے ہیں جس کے وجود پر کائنات کا ذرہ ذرہ بزبانِ حال گواہ ہے، اور تمام ادیان وملل اور اکثر اقوام وفرق ہر دور میں متفق و یک زبان رہے ہیں، اختلاف جو کچھ ہے آگے اس ذات واجب الوجود کے صفاتِ کمالیہ اوراس کی ہدایات واحکامات کے ماننے نہ ماننے میں ہے۔

عبار اتناشتیٰ وحسنک واحد وکل الیٰ ذلک الجمال یشیر [1]

ایسی صورت میں ان فلاسفہ سے کسی ایسی چیز کو تسلیم کرنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے جو کسی درجہ میں نظری بھی ہو اگر چہ اس کے نظائر بھی موجود ہوں۔

لیکن فلاسفہ وحکماء کا وہ گروہ جو وجودِ باری تعالیٰ کا قائل ہے اور معجزہ کو تسلیم کرتا ہے وہ عموماً وقوعِ معجزہ کو کچھ اسبابِ خفیہ سے جوڑ دیتا ہے، جیسا کہ حکماءِ اسلام میں سے فارابی وابنِ سینا اور نو افلاطونیت وارسطا طالیسی حکمت کے دیگر پیروکار حکماء وسائنس دان معجزات کی توجیہ اندرونی طبعی علل واسباب سے کرتے ہیں اور یہ سارے پاپڑ اس لئے بیلتے ہیں کہ خرقِ عادت کا وقوع اور معمول کے نظام عالم میں تبدیلی کا قائل نہ ہونا پڑے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی مارنے سے بحرِ قلزم کا ان کے لئے معجزاتی طور پر تھم جانے اور جب فرعون مع لشکر کے اس میں داخل ہوتا ہے تو اس کا واپس مل کر اہلِ فرعون کو غرقاب کرنے کی ابنِ سینا وغیرہ یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ دریا میں مدو جزر تھا، موسیٰ کے دخول کے وقت جزر تھا جس کی وجہ سے دریا پایاب ہوگیا اور یہ بغیر بھیگے پار ہوگئے اور جب فرعون والے آئے تو دریا مدّ پر آیا لہٰذا وہ ڈوب گئے، علیٰ ھذا القیاس، دیگر معجزات میں بھی وہ اس قسم کے اسباب خفیہ کی توجیہہ کرتے ہیں لیکن ان سب توجیہات کی

---

[1] ہماری تعبیرات جدا جدا ہیں لیکن تیرا حُسن ازلی ایک ہی بیّن حقیقت ہے، یہ سب تعبیرات اسی ایک حسن قدیم کا اشارہ واستعارہ ہیں۔

حیثیت تاویلاتِ باردہ واھیہ سے زیادہ کچھ نہیں، سوال یہ ہے کہ یہ مدّ فرعون کے لئے ہونا اور جزر موسیٰ کے لئے ہونا امرِ اتفاقی تھا اور اس کے برعکس بھی ہونا ممکن تھا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جزر اور فرعون کے لئے مدّ خاص طور پر پیدا کیا گیا، اگر پہلی بات تسلیم کی جائے تو اس سے معجزہ کا ثبوت تو درکنار خود نبوت کی تشکیک لازم آتی ہے کیونکہ محض امرِ اتفاقی ہونے کی وجہ سے جانبِ مخالف کا بھی پورا پورا امکان ہے اور دوسری صورت میں خرقِ عادت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، حالانکہ یہ توجیہہ ان ایقان واذعان سے تہی دست فلاسفہ نے خود خرقِ عادت سے بچنے کے لئے ہی اختیار کی تھی، اصل میں حکمائے اسلام کی لغزش یا ان کی گمراہی کی جڑ یہ ہے کہ انہوں نے قانونِ اسباب وعلل میں ارسطو کی تقلید کی ہے اور تمام تر مشائیین کے نظریہ کو لیا ہے (فلاسفہ وحکماء یونان کے دو مکاتب فکر میں سے ایک مشائیین کہلاتے ہیں دوسرے اشراقیین کہلاتے ہیں) کہ ذات واجب الوجود علت اولیٰ یا عقل اول کی علتِ تامہ ہے اور علتِ تامہ سے معلول کا تخلف نہیں ہوتا اور اضطراراً اس سے معلولات پیدا ہوتے ہیں اس میں اس علت اولیٰ کے قصد وارادہ کو دخل نہیں ہوتا، اس کی مثال آفتاب اور اس کی روشنی ہے کہ آفتاب کی روشنی اس کی علتِ تامہ ہے جب بھی آفتاب نکلے گا روشنی کا ظہور ہوگا خواہ وہ موانع کی وجہ سے نظر نہ آئے اور آفتاب سے اس روشنی کا صدور آفتاب کے قصد وارادہ سے نہیں ہوتا، اس طرح حکمت ایمانی سے محروم اور حکمت یونانی کے پیروکاران محروم القسمت حکماء نے ذات واجب الوجود کو علتِ اولیٰ کا نام دے کر اس کو سورج کی طرح مجبور ومضطر مان لیا کہ اب اس علتِ اولیٰ سے کائنات کا تمام کارخانہ باہمی سلسلہ علل ومعلول کے تحت خود بخود پیدا ہونے لگا اور تمام عالم ایک ایسے نظام میں بندھ گیا کہ اب خاکم بدہن خالق اول (علتِ اولیٰ) کو دست اندازی کی مطلق قدرت ہی نہ رہی اور علت ومعلول کے اس سلسلہ میں اب تخلف ممکن نہیں رہا، ظاہر ہے جو یونان کے وحی الٰہی سے محروم لادین حکماء کے ان نظریات کا پیرو ہو وہ سلسلہ علل ومعلول کو نہیں توڑ سکتا، اس سے باہر قدم رکھتے ہی اس کی روح فنا ہونے لگتی ہے، لیکن حکماء کی ان عقلی گورکھ دھندوں کی تیرہ وتار دنیا سے جو وحی الٰہی کی رہنمائی سے محروم ہے باہر قدم نکال کر وحی الٰہی سے معمور ایمان وایقان کی دنیا میں آئیں جیسے کسی نے کہا ہے ؎

تا چند بخوانی حکمت یونانیاں — حکمت ایمانیاں راہم بخواں

تو یہاں کچھ اور ہی عالم ہے یہاں ایک ایسی ذات واجب الوجود کا دل کی گہرائیوں سے یقین اور اس کو مختارِ

کل صاحبِ ارادہ اور ہر آن صاحب تصرف واختیار ماننا ایمان کی شرط اولین ہے یہی ذات سب معلولات کی علت ہے ہر معلول کی علت اور سب خارجی علل کی بھی علت ان کی ذات ان کی قدرت اور ان کا ارادہ ہے اس ذات کا یقین ایک سلیم الفطرت انسان کے یقین بھرے دل کی آواز ہے ؎

تو دل میں تو آتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا　　　اب میں سمجھا کہ تیری پہچان یہی ہے

اور وہ اس ذات واجب الوجود پر جو تمام کمالات کا جامع وحامل ہے اور مختار کل ہے اور ہر آن ارادہ وتصرف کا مالک ہے ایمان لا کر علل ومعلول کے ان گورکھ دھندوں سے خلاصی پالیتا ہے جس کی گرہ کشائی میں ارسطو اور افلاطون سے لے کر آج تک کے فلاسفہ وحکماء اور اہل سائنس سرگرداں وحیران ہیں لیکن جس کا دل اس مذکورہ اذعان ویقین سے خالی ہو وہ چاہے کتنا بڑا دانائے روزگار ہو فلسفہ وفلاسفہ کی توجیہات اور اہلِ سائنس کے تجربات ومشاہدات اس کے شک میں مبتلا مریض دل کے درد کا کچھ بھی درمان ومسیحائی نہیں کرسکتیں جب آدمی کا دل اس ایمان وایقان سے محروم ہوتا ہے تو وہ عقل وخرد کے نام پر اپنے بیمار ذہن کے تخیلات وتشکیکات کو کائنات کی آخری حقیقت سمجھتا ہے اور سرابوں کے پیچھے دوڑتا ہے عمر کھپا کر کسی معلول کی علت ''کوہ کندن کاہ برآوردن'' کے مصداق ڈھونڈ نکالتا ہے تو پھر وہ علت خود کسی اور علت کی متقاضی ہوتی ہے اور اس طرح علل ومعلول کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ فلاسفہ کی دنیا میں ہزاروں سال سے جاری ہے ہر بعد والا پہلے کی تغلیط اور اس کے تشکیکات وتخیلات کی اصلاح کا دعویٰ لے کر اٹھتا ہے اور پھر صدیوں کی دماغ سوزیوں سے انہوں نے جو فلسفیانہ نظریات تشکیل دیے ہوتے ہیں جب غالب وصاحب تصرف خدا کا ارادہ کسی زمانے میں اس عادی قانون کے خلاف ہو جاتا ہے اور خلاف عادت ایک چیز ظہور پذیر ہو جاتی ہے تو فلسفہ کی قدیم عمارت دھڑام سے زمیں پر آرہتی ہے، ابھی سوسال پہلے کی بات ہے سرسید فلاسفہ قدیم وجدید کا وارث اور نیچر وسائنس کا پجاری بن کر اسلام کے بنیادی قوانین و اعتقادات اور قرآن کی صریح نصوص سے ثابت نظریات واخبار پر طبع آزمائی کرتے ہوئے تیشہ زنی کرتا رہا اور معجزات اور بہت سے اسلامی احکام کی اور حشر نشر معاد اور جنت جہنم ملائکہ، نبوت، وحی سب اسلامی بنیادوں کی ایسی رکیک تاویلات کر گیا کہ الامان والحفیظ۔ بقول شخصے ؎

عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اور بقولِ غالب ؎

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے　　　ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

وہ حکمت مغرب ودانش فرنگ کے بعض نظریات سے متاثر ومرعوب ہو کر جو ابھی خود بھی خام وناپختہ تھے ،ایسی ایسی لچر باتیں لکھ مارتا ہے کہ بڑے بڑے کفار وملحدین بھی شرما جائیں لیکن دانش فرنگ کا محوسفر کارواں چندے بعد ہی ان سابقہ نظریات کو غبارِ راہ بنا کر اڑا دیتا ہے تو شیخ نیچر کی نیچریات کے غبارے کی ساری ہوا نکل جاتی ہے۔ [۱]

ہر کیوں کی ہے انتہاء خدا کی مرضی ... امجد ہر بات میں آخر کہاں تک کیوں کیوں [۲]

حیرت ہے کہ سرسید وغیرہ نیچر پرست اپنی افلاطونیت کے ترنگ میں مسلّمات دین کی تاویل اورآیاتِ قرآنیہ کی تحریف کا اتنا بڑا اقدام کرتے ہیں کہ فارابی وابنِ سینا جیسے معلمینِ حکمت کے بھی کان کترجاتا ہے لیکن فلسفہ وسائنس کے وہ گھسے پٹے نظریات جن کی بنیاد پر انہوں نے نیچریت کی ساری عمارت کھڑی کی ہے علمائے اسلام خصوصاً ابن تیمیہ اور امام غزالی نے اور پچھلے دور میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تحلیل وتجزیہ کرکے ان تمام فلسفیانہ آلودگیوں سے حقائق نفس الامریہ اور الٰہیات وطبعیات کا مطلع صاف کیا ہے۔ [۳] ان بزرگوں کے فلاسفہ کے مستدلات کے رد پر مبنی یہ تصانیف شائد اس گروہ نیچر کے احاطہ علم سے ماوراء ہی رہیں ورنہ وہ یہ پرانے راگ الاپنے سے باز رہتے ،جن کا حرف بحرف اور تر کی بتر کی جواب ہو چکا ہے ،اوران فاسد ومتضاد نظریات وفلسفیانہ مباحث پر ان علمائے اسلام نے جو مضبوط گرفت خود انہی کے اصولوں کی روشنی میں کی ہے ،اوران کا تضاد وسقم واضح کرکے خود ان کے اصولوں کا قبلہ حقائق نفس الامریہ کی روشنی میں درست کیا ہے اس کے بعد کسی مادہ پرست اور نیچری کو زیب نہیں دیتا کہ ان پرانے ناقص نظریات پر کاربند ہو۔

ان معتزلہ جدید مغرب گزیدہ وفلسفہ زدہ نیچریوں نے معتزلہ قدیم اور مشرق ومغرب کے ملحد فلاسفہ کے انہی کھوٹے سکوں کے بل بوتے پر اپنے علم وتجدد کا سکہ بٹھانا چاہا اور وہی نظریات وتفصیلات سرقہ کر کے تجدد

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیرِ حقانی کا مقدمہ جس میں شیخ عبدالحق حقانی نے شیخ نیچر کے نظریات کی ماہرانہ جراحی کر کے اصولِ اسلام کا عادلانہ دفاع کیا ہے۔

[۲] یہ شعر امجد حیدر آبادی کا ہے جو حیدر آباد دکن مرحوم کے مایہ ناز شاعر تھے۔

[۳] امام غزالی کی المنقذ من الضلال، تہافۃ الفلاسفہ، احیاء العلوم اور آپ کی معرکہ آراء تصنیف احیاء العلوم وغیرہ اور ابن تیمیہ وابنِ قیم کی تصانیف خصوصاً ابنِ تیمیہ کی ’’الرد علی المنطقیین ‘‘اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی ’’حجۃ اللہ البالغہ، البدور البازغہ، اور الخیر الکثیر ‘‘وغیرہ کتب اس باب میں خاصے کی چیز ہیں ،اور برہانِ قاطع کی حیثیت رکھتی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ تو علی میاں ندوی رحمہ اللہ کے بقول رسول اللہ ﷺ کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کی امتیوں پر ظاہر ہوئے (مقدمہ عقد الجبیر مترجم)

کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا اور انہی فاسد نظریات میں ملت کے درد کا درمان ڈھونڈنے لگے اور اس راہ سے اس طبقے نے مغرب سے درآمد ہر فکر وخیال اور ہر طور وطریقے کو انسانی فلاح وترقی کی معراج جان کر پورے دل وجان سے اس پر آمنا وصدقنا کہہ کر سمعنا واطعنا کا طرزِ عمل اپنایا اور پھر شومئی قسمت کہئے یا ایک منظّم سازش کہ امت کی سیادت وقیادت اس طبقہ کے ساتھ وابستہ کردی گئی اور ملت کی قسمت کے فیصلے ان کے جنبشِ قلم سے ہونے لگے، گزشتہ سوسال کے اس طرزِ عمل نے امت کو بنی اسرائیل کی طرح گمراہی اور بے راہ روی کے ایسے میدانِ تیہ میں لاکھڑا کیا ہے کہ آج پوری امت ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کے مقام پر کھڑی ہے اور ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کا منظر پیش کر رہی ہے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ وَّکِیْلٌ ۝ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (الزمر ۶۲،۶۳)

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ۝

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدہ آیت ۵)

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (النساء آیت ۱۳۹)

وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ وَالَّذِیْنَ یَمْکُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَیَبُوْرُ (الفاطر آیت ۱۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الصفت آیت ۸۰تا۸۲)

(جاری ہے...........)

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے

طارق محمود صاحب

صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ

نام نسب

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا اصل نام علقمہ تھا اور عبداللہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا، لیکن بعد میں آپ ابنِ ابی اوفیٰ کے نام سے ہی مشہور ہوئے، آپ کا نسب اس طرح ہے، علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم الاسلمی بن اقصیٰ، آپ کے والد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔

قبولِ اسلام

آپ نے صلح حدیبیہ سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود رہے اور بیعتِ رضوان میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔

غزوات میں شرکت

صلح حدیبیہ کے بعد غزوہ خیبر کا معرکہ ہوا جس میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے، فتحِ مکہ کے موقعہ پر بھی موجود تھے، فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی شرکت کی، غزوہ حنین کے دوران ہاتھ پر ایسا زخم لگا جس کا نشان مدتوں تک باقی رہا، تقریباً سات غزوات میں شرکت کی اور ایثار و قربانی کا یہ عالَم تھا کہ بعض جنگوں میں صرف ٹڈی کھا کر گزارا کرنا پڑا۔

کوفہ میں قیام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک سے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے، جب کوفہ شہر آباد ہوا تو کوفہ منتقل ہوگئے اور اپنے قبیلہ اسلم کے محلّہ میں گھر بنالیا۔

خارجی فتنہ میں کردار

کوفہ منتقل ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک آپ کا تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ملتا، اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ گوشہ نشین رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب خارجیوں نے سَر اُٹھایا تو خارجیوں سے مقابلہ کے لئے نکلے اور اپنے ساتھ اور مسلمانوں کو بھی آمادہ کیا اور لوگوں کو اس حدیث کے ذریعے دعوت دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ:

''لوگو دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو، لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہوجائے تو ثابت قدم رہو اور یہ یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے'' (بخاری، باب لاتتمنو لقاء العدو، حدیث نمبر۲۸۶۲)

فضل وکمال

چونکہ اسلام کے بعد مدینہ میں قیام رہا اور جنگ و امن ہر حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی اس لئے اکثر احادیث سُننے کا اتفاق ہوتا تھا، چنانچہ آپ کی روایات کی تعداد تقریباً 95 ہے۔

آپ کا علمی مقام بھی معاصرین میں مسلَّم تھا، لوگ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے......ایک مرتبہ آپ کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس طرح دعا فرمائی: ''اے اللہ! آلِ ابی اوفی پر رحمت فرما'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کی بیٹی کا انتقال ہوا تو عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کردیا تو عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

''بَین نہ کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بَین کرنے سے منع فرمایا ہے، البتہ آنسو بہا سکتی ہو''

اس کے بعد مسنون طریقہ پر نمازِ جنازہ پڑھا کر فرمایا، جنازہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

وفات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کافی لمبی عمر پائی، بنوامیہ کے دور تک زندہ رہے، آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے، باختلافِ روایات ۸۶ھ یا ۸۷ھ میں وفات پائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ آخری صحابی تھے، جنہوں نے کوفہ میں وفات پائی۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

(مآخذ و مراجع: مسند احمد بن حنبل ج۴، طبقات ابنِ سعد ج۴، تھذیب الکمال بحوالہ سیر الصحابہ ج۷، الاصابہ لابنِ حجر ج۴ (تتمہ) حرف العین المھملہ)

Idara Ghufran

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

جناب منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۷)

(۱۲)......قرض لینے سے حتی الامکان پرہیز کرنا

✿......شریعت میں بلا وجہ قرض لینے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرض زمین پر اللہ تعالیٰ کا ایک جھنڈا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی گردن میں اسے ڈال دیتے ہیں (ترغیب حدیث نمبر ۲۶۲۵)

✿......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک اس کا وہ قرضہ ہوگا جسے چھوڑ کر وہ دنیا سے چلا گیا (ابوداوٗد ج۲ ص ۴۷۵)

✿......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں انتقال کر جائے کہ اس پر ایک دینار یا درہم قرض ہو تو اس کا یہ قرض نیکیوں سے پورا کیا جائے گا کیونکہ آخرت میں درہم یا دینار (روپے پیسے) نہ ہونگے (ابنِ ماجہ ص ۱۷۳)

✿......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا گناہ کم کیا کرو، تمہاری موت آسان ہوگی اور قرض کم لیا کرو تمہاری زندگی آزادی سے گزرے گی (ترغیب ج۴ حدیث نمبر ۲۶۲۶)

✿......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی روح اس کے جسم سے اس حال میں جُدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں سے بری تھا تو وہ جنت میں جائے گا، ایکؔ مالِ غنیمت میں خیانت سے، دوسرےؔ قرض سے اور تیسرےؔ تکبر سے (ترغیب ج۴ حدیث نمبر ۲۶۲۷)

✿......اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ''

''یا اللہ میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں'' (بخاری ج۱ ص ۳۲۲، باب من استعاذ من الدین)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ'' ''میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''

Idara Ghufran

اس پر ایک شخص بولا یا رسول اللہ! کیا آپ کفر کو قرض کے برابر سمجھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں (ترغیب ج ۴ حدیث نمبر ۲۶۲۴) یعنی بعض اوقات مقروض آدمی پریشانی میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگ جاتا ہے اور کبھی کفر تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ لوگوں کے دلوں میں قرض کی مذمت اور برائی پیدا کرنے اور اس کے نقصان کا احساس دلانے کے لئے نمازِ جنازہ سے پہلے یہ پوچھا کرتے تھے کہ یہ مقروض ہے کہ نہیں اگر مقروض ہوتا تو جنازہ پڑھنے سے انکار فرمادیتے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے قرض کی وجہ سے ایک میت کا جنازہ پڑھنے سے انکار فرمادیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے ذمہ ہے اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم سے آزاد کرے جیسے تم نے اپنے بھائی کو قید سے آزاد کیا (ترغیب ج ۲ ص ۶۰۷)

حضور اقدس ﷺ کے اس انکار کی وجہ یہ ہے قرض ایک حق العبد (بندے کا حق) ہے اسے جب تک ادا نہ کیا جائے یا بندہ معاف نہ کرے اس وقت تک معاف نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے انسان قبر میں محبوس اور قید میں رہتا ہے اور آخرت میں اگرچہ انتہائی نیک ہی کیوں نہ ہو وہ جنت میں جانے سے روک دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ پیش کیا گیا تاکہ نماز پڑھیں تو آپ نے معلوم فرمایا کہ اس پر قرضہ ہے یا نہیں؟ جواب دیا گیا کہ ہاں ہے آپ نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہمیں مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے مقروض قرضہ کی وجہ سے قبر میں محبوس رہتا ہے جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے یعنی جنت کی ہوائیں قبر میں نہیں آتیں (ترغیب ج ۲ ص ۶۰۷)

❁......حضرت عبداللہ بن جحش سے روایت ہے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آدمی شہید ہو جائے پھر زندہ ہو پھر راہِ خدا میں شہید ہو جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کے راستہ میں شہید ہو جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرضہ ہو وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک اس کا قرضہ نہ ادا کیا جائے (ترغیب ج ۴ ص ۵۵ حدیث ۲۶۳۷)

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ رواج ہے کہ معمولی کام اور چھوٹی موٹی ضرورتوں کے لئے بھی لوگوں سے قرض لیا جاتا ہے جبکہ وہ کام اور ضرورتیں مؤخر بھی کی جاسکتی ہیں یا کسی دوسرے طریقے سے پوری ہو سکتی ہیں، بعض لوگ محض اپنی آسائش اور تعیش کے لئے قرضے لیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہت سے

لوگ محض اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے قرض لیتے ہیں اور اگر ویسے قرض نہ ملے تو بینک سے سود پر قرض لیتے ہیں ہماری تجارت اور کاروبار کا انحصار زیادہ تر قرضوں پر ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے اس لئے کہ قرض کا معاملہ چونکہ شریعت کی نظر میں ناپسند ہے اس لئے دنیا میں کاروبار کی بے برکتی کا باعث ہے اور قبر و آخرت میں مشکلات و پریشانیوں کا باعث ہے۔

(۱۳) ضرورتمندوں کی قرض سے امداد کرنا

بہت سے تاجر اور دوسرے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں واقعۃً قرض کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو قرض دینا بہت بڑا ثواب اور تجارت و مال دولت میں برکت کا باعث ہے، لہٰذا ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی طرف سے مکمل اطمینان کر لینے کے بعد قرض کی صورت میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کسی بندے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس اس کا بھائی قرض مانگنے آئے اور وہ استطاعت کے باوجود انکار کر دے (مجمع الزوائد ج۴ ص۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا قرض دینا صدقہ ہے (مجمع الزوائد ج۴ ص۲۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج کو میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

"اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ"

"صدقہ کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گُنا ملتا ہے"

میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ قرض کے صدقہ سے افضل ہونے کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ سائل صدقہ کا اس وقت بھی سوال کر لیتا ہے جب اس کے پاس کچھ موجود ہوتا ہے جبکہ قرض مانگنے والا صرف اسی وقت مانگتا ہے جب اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا (ابنِ ماجہ ص۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قرض دیتا ہے تو اس کا ثواب اسے دو مرتبہ صدقہ دینے کی طرح ہے (ترغیب ج۲ ص۲۰، باب الترغیب فی القرض)

کسی شخص کو قرض دینے کے بعد چند باتوں کا اہتمام کرنا بھی باعثِ ثواب، مال میں برکت اور دنیا و آخرت میں سُرخروئی کا سبب ہے۔

(۱)......قرض محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دیا جائے، مقروض سے کسی قسم کی لالچ نہ رکھی جائے اور نہ ہی اس سے کوئی ہدیہ یا دعوت قبول کی جائے (اگرچہ فی نفسہ ہدیہ یا دعوت قبول کرنا جائز ہی کیوں نہ ہو) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے اور وہ اسے ہدیہ دے یا سواری پر سوار کرے تو نہ وہ سواری پر سوار ہو اور نہ ہدیہ قبول کرے، ہاں اگر ان کے درمیان پہلے سے یہ سلسلہ (دعوت، ہدیہ وغیرہ کا) جاری ہو تو کوئی حرج نہیں (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے کسی کو قرض دیا ہے وہ مجھے ہدیہ، بھیج دیتا ہے تو آپ نے فرمایا اس کے ہدیہ کو واپس کردو (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۴)

(۲)......قرض اور اپنے حق کی وصولی میں نرمی اور حسنِ سلوک سے کام لیا جائے، سختی، بد خُلقی اور بُرا بھلا کہنے سے بچنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تنگدست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کریں گے (ترغیب ج ۲ ص ۲۲ التیسیر علی المعسر)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے دنیا میں کیا کام کیا؟ تو اس نے کہا میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری عادت نرمی کرنے کی تھی، چنانچہ مالدار شخص کے ساتھ آسانی اور نرمی اختیار کرتا تھا اور تنگدست کو مہلت دے دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس بات کا تم سے زیادہ حقدار ہوں اور فرشتوں سے فرمایا اسے معاف کردو (ترغیب ج ۲ ص ۲۱، التیسیر علی المعسر)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا تم نرمی کرو تمہارے ساتھ بھی نرمی کی جائے گی (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۷۷)

ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ نے ایسے شخص کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جو دوسرے کا حق ادا کرنے میں اچھا طریقہ اختیار کرے اور اپنا حق وصول کرنے میں بھی اچھا طرز اپنائے (ترغیب ج ۴ ص ۳۲)

(۳)......اگر مقروض شخص کے مالی حالات بہتر نہیں ہیں اور وہ وقتِ مقررہ پر قرض ادا نہیں کرسکتا تو اسے مناسب مدت تک مہلت دے دی جائے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہے کہ اس کی دعا قبول

ہو اور اس کی پریشانی دور ہو تو وہ تنگدست شخص کو مہلت دے (ترغیب ج ۲ ص ۲۳ التیسیر علی المعسر)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے کسی تنگدست مقروض کو مہلت دی اسے ہر دن کے بدلے ایک صدقہ کا ثواب ملے گا اور قرض کی ادائیگی کا وقت آنے کے بعد مزید مہلت دی تو ہر دن کے بدلے دو صدقوں کا ثواب ملے گا (ترغیب ج ۲ ص ۲۲ التیسیر علی المعسر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تنگدست کو مہلت دے اسے خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا اور ہر نیکی کا کام صدقہ ہے (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۷)

(۴)...... اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ وہ اپنے حالات اور مجبوریوں کی وجہ سے قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں تو اس کے پورے قرض یا قرض کے بعض حصے کو معاف کر دینا بھی بہت ہی باعثِ فضیلت و برکت ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات عطا فرمائے تو وہ تنگدست کو مہلت دے یا اس کے قرض کو معاف کر دے (ترغیب ج ۲ ص ۲۱ التیسیر علی المعسر)

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے سائے میں قیامت کے دن جگہ ملے گی وہ شخص ہوگا جس نے تنگدست شخص کو کچھ مال ملنے تک مہلت دی ہوگی یا اپنا مطلوبہ حق اسے یہ کہہ کر صدقہ کر دیا ہوگا کہ میرا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے تم پر صدقہ ہے اور معاہدے کی رسید بھی پھاڑ دی ہوگی (ترغیب ج ۲ ص ۲۳ التیسیر علی المعسر)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے قرض کو معاف کیا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے محفوظ فرمائیں گے (ترغیب ج ۲ ص ۲۳ التیسیر علی المعسر)

افسوس کہ آج ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت سے نوازا ہوا ہے، خوب وسیع اور کامیاب کاروبار عطا فرمایا ہے، ہمارے پاس بہت سے ایسے لوگ قرض مانگنے آتے ہیں جو واقعۃً ضرورت مند ہوتے ہیں مگر ہم انہیں صرف اس وجہ سے واپس کر دیتے ہیں کہ جتنے دن ہمارا پیسہ کسی کے پاس قرض ہوگا اتنے دن کاروبار میں لگا رہنے سے اچھا خاصہ نفع ہو سکتا ہے پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ شخص وقت پر قرض واپس کرے گا کہ نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قرض واپس ہی نہ کرے جبکہ یہ بات ہمارے ذہن میں آتی ہی نہیں کہ ایک ضرورت مند شخص کو قرض دینے کی وجہ سے ہمیں آخرت میں کیا ملے گا اور اس کی برکت سے ہمارے کاروبار میں نامعلوم اللہ تعالیٰ کتنی ہی برکتیں پیدا فرما دیں۔ اس کے وقت پر قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت

میں اگر ہم اسے مہلت دے دیں گے تو اس سے ہمیں دنیا و آخرت کا کتنا فائدہ ہوگا۔اس کے قرض کی ادائیگی سے عاجز آجانے کی صورت میں اسے معاف کر کے کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں،اگر ہم کسی وجہ سے کسی کو قرض دے بھی بیٹھتے ہیں تو اس پر احسان جتلانا،اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی کوئی غرض پوری کرنا،معمولی سی تاخیر پر اسے بُرا بھلا کہنا،گھر میں جا کر اس کی بے عزتی کرنا وہ عادات ہیں جو ہمارے ثواب کو ختم اور برکات کا صفایا کر دیتی ہیں۔خدا کرے ہمارے اس طرزِ عمل کی اصلاح ہوجائے۔(جاری ہے......)

تراویح میں نماز کے ارکان میں جلد بازی کرنا

یہ مرض بھی آج کل تراویح پڑھانے اور پڑھنے والوں میں کچھ عام ہوگیا ہے کہ تراویح میں جہاں ایک طرف قرآن مجید بہت تیز اور جلدی پڑھتے ہیں،دوسری طرف نماز کے ارکان رکوع،سجود،قومہ،جلسہ وغیرہ میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت سی سنتیں اور واجبات رہ جاتے ہیں،بعض صورتوں میں نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور بعض صورتوں میں واجب الاعادہ ہوجاتی ہے۔نماز کو ٹھیک ٹھیک پڑھنے پر اگر بے شمار فضائل ہیں تو نماز کو خراب کرنے پر اسی درجہ کی وعیدیں بھی ہیں۔حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے،خشوع وخضوع سے بھی پڑھے،کھڑا بھی پورے وقار سے ہو،پھر اسی طرح رکوع،سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے۔غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ‘ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے اور وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے،رکوع،سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے

(طبرانی فی الاوسط،والدر المنثور،الترغیب والترہیب،فضائل نماز ص ۶۹)

Idara Ghufran

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

محمد ناصر صاحب

□ قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی اہمیت وفضیلت

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللهِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللهِ عَلٰی خَلْقِهٖ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۶)

یعنی ’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اُس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سارے کلاموں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر‘‘ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۶)

اس حدیثِ قُدسی میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید کو تمام کلاموں پر فضیلت حاصل ہے اور پھر اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت میں مشغولی کی وجہ سے دوسری تسبیحات، دعائیں اور نفلی اعمال وغیرہ نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس تلاوت کرنے والے کو تلاوت کی برکت سے دیگر نفلی اذکار میں مشغول رہنے والوں سے زیادہ ثواب اور اعلیٰ درجہ عطا فرمائیں گے، اسی وجہ سے فرائض، واجبات اور سننِ مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد نفلی اعمال میں قرآن مجید کی تلاوت کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قُرب کا زیادہ بہتر ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت میں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ بندہ سمجھ کر تلاوت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے بغیر سمجھے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو بھی محروم نہیں فرمایا بلکہ اس کے لئے بھی بے شمار اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵)

یعنی ’’جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے (اور) میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ

الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے“

اس حدیث میں حروفِ مقطعات (یعنی الٓمّ) پر بھی نیکیاں ملنے کا ذکر ہے جبکہ حروفِ مقطعات کے معنیٰ اللہ ہی کو معلوم ہیں بندوں کو ان کے معنیٰ کا علم نہیں، حضور ﷺ نے ان حروف کی مثال دے کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کا یہ ثواب معنیٰ سمجھنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ بغیر سمجھے تلاوت پر بھی یہ اجر و ثواب ملتا ہے اگر چہ وہ سمجھ کر پڑھنے اور سننے کے برابر نہیں۔

آج کل بعض لوگ قرآنِ کریم کو دوسری کتابوں پر قیاس کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کے معنیٰ نہ سمجھیں تو اس کے الفاظ طوطے کی طرح پڑھنا پڑھانا فضول اور وقت ضائع کرنا ہے، لیکن ان لوگوں کا یہ سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں بلکہ گمراہی ہے، قرآنِ کریم کو دوسری کتابوں پر قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ قرآن الفاظ اور معنیٰ دونوں کا نام ہے، جس طرح اس کے معانی کا سمجھنا اور اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت ہے اور عظیم ثواب ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے نبوت کے عہدہ اور رسالت کے منصبی فرائض تین بیان کئے گئے ہیں، یعنی تین کاموں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ ایک تلاوت کتاب اللہ، دوسرے تعلیم کتاب وحکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ (سورہ بقرہ آیت ۲۹) اور یہ تینوں علیحدہ علیحدہ مستقل عبادت ہیں (ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ا ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ج ۵ ص ۲۲۰ و ”تلاوتِ قرآن“ از حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ) بلکہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی امت پر شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ: ”قرآن مجید کا ماہر ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو کاتبین اور نیکوکار (یعنی فرشتوں میں خاص درجے والے ہیں) ہیں اور جو شخص قرآن مجید کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اُسے (قرآن کی تلاوت میں) مشکل پیش آتی ہے اس کے لئے دوگُنا اجر ہے“ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ قرآن کے ماہر کو تو اعلیٰ درجہ ملے گا ہی لیکن جو قرآن کا ماہر نہ ہوگا اُسے بھی اللہ تعالیٰ محروم نہ فرمائیں گے بلکہ اس کی قرآن کی تلاوت کرنے اور تلاوت میں کوشش کرنے، دونوں کی قدر فرماتے ہوئے اسے بھی اجر و ثواب سے نوازیں گے۔

اسی طرح ایک حدیثِ مبارکہ میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا ثواب بیان فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”قرآن مجید کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن مجید کا دیکھ کر پڑھنا دو ہزار درجہ

تک بڑھ جاتا ہے'' (جامع صغیر بحوالہ طبرانی، بیہقی ص ۳۸۱) ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید دیکھ کر پڑھا جائے گا تو اس میں تلاوت کے دوران خشوع، خضوع بھی زیادہ حاصل ہوگا، قرآن مجید کا چھونا بھی ہوگا اور تدبّر اور فکر بھی زیادہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اس حدیثِ مبارکہ میں ایک عام مؤمن بندہ کے لئے جو قرآن مجید کا حافظ نہ ہو، اس کے لئے بھی بہت تسلّی اور شوق پیدا کرنے والا مضمون ہے۔

اگر کسی شخص کو قرآن مجید تلاوت کرنا نہ آتا ہو تو حضور ﷺ نے اس کو قرآن سیکھنے میں بہت بڑا اجر ملنے کی خوشخبری سنائی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اے ابوذر! اگر تو دن میں ایک آیت قرآن مجید کی سیکھ لے تو یہ سو رکعات نوافل پڑھنے سے افضل ہے اور اگر علمِ (دین) کا ایک سبق سیکھ لے اگرچہ اُس وقت اُس (سبق) پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئی ہو تو یہ ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے'' (ابن ماجہ ص ۲۰)

معلوم ہوا کہ جس شخص کو قرآن مجید کی تلاوت نہ آتی ہو تو اُسے دوسرے نفلی اعمال میں مشغول ہونے سے زیادہ قرآن مجید سیکھنے کی طرف توجہ دینی چاہئے، اسی طرح ضروری درجے کا دین کا علم سیکھنا بھی نفلی اعمال میں مشغول ہونے سے زیادہ ضروری اور باعثِ اجر ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی آیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ مُضَاعَفَۃٌ وَمَنْ تَلَاھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (ترغیب وترھیب بحوالہ مسند احمد، کنزالعمال بحوالہ بیہقی)

یعنی ''جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت سنی اس کے لئے کئی گنا نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور اور روشنی ہوگی'' (ترغیب وترہیب بحوالہ مسند احمد، کنزالعمال بحوالہ بیہقی)

ایک دوسری حدیث میں نماز میں تلاوت کرنے کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے:

قِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ فِی غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ. الحدیث (رواہ البیھقی فی شعب الایمان، دارقطنی، کنزالعمال ج ۱ ص ۵۱۶ رقم ۲۳۰۳)

یعنی ''نماز میں قرآن مجید کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح وتکبیر سے افضل ہے'' الخ (بیہقی و دارقطنی، کنزالعمال)

تلاوت کا ذکر وتسبیح سے افضل ہونا تو ظاہر ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر فضیلت ہے۔امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس نے بیٹھ کر نماز میں قرآن مجید پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے باوضو قرآن مجید پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلاوضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی (''فضائل قرآن مجید'' از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں سو نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو (نماز میں) بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں پچاس نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو نماز سے باہر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ہیں اور جس نے کتاب اللہ کو غور سے سنا اس کے لئے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے (کنز العمال ج ا ص ۵۴۱ بحوالہ دیلمی) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک حرف اللہ کی کتاب سے قرآن مجید میں بغیر دیکھے صرف یاد سے سنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کیے جاتے ہیں اور جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف نماز میں بیٹھ کر تلاوت کیا اس کے لئے پچاس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پچاس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور پچاس درجات بلند کیے جاتے ہیں اور جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف نماز میں کھڑے ہو کر تلاوت کیا اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور سو درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے قرآن مجید پڑھا پھر اس کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسی وقت ایک دعاء فی الحال یا بعد میں قبول ہونے والی لکھ دیتے ہیں (رواہ ابن عدی فی الکامل والبیھقی فی الشعب، کنز العمال ج ا ص ۵۴۲)

اس تفصیل کے برعکس ایسے شخص کے لئے بہت بڑی محرومی بتلائی گئی ہے جسے تھوڑا سا قرآن مجید بھی یاد نہ ہو چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص کے دل میں قرآن مجید کا کوئی حصہ محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے'' (جامع صغیر بحوالہ ترمذی، حاکم، مستدرک ص ۱۲۸)

لہٰذا مؤمن بندے کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا کچھ نہ کچھ حصہ حفظ ضرور یاد کر لینا چاہئے تاکہ اس حدیث میں ذکر کی گئی وعید سے حفاظت ہو سکے (از: رمضان کے فضائل واحکام مرتبہ: حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہم)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت محمد رضوان صاحب

کھانے پینے کے آداب (قسط ۵)

۞......طبی لحاظ سے چاول کھانے کے بعد تربوز کھانا مناسب نہیں ہے، اسی طرح گوشت خصوصاً مچھلی کھا کر دودھ نہیں پینا چاہئے، دودھ چاول کھانے کے بعد ستّو اور دودھ پینے کے بعد کوئی کھٹی چیز یا پان کھانا اچھا نہیں ہے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱)

۞...... برسات کے موسم میں خصوصاً جب کہ ہیضہ اور ملیریا پھیلا ہوا ہو، کھانے کے ساتھ سرکہ، سرکہ کی چٹنی، لیموں، املی اور انار دانہ کی چٹنی، پودینہ، پیاز کا استعمال مفید ہوتا ہے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱)

۞......سردیوں میں قوتِ ہاضمہ اچھی اور قوی ہوتی ہے، جسم کے اندرونی حصہ میں حرارتِ غریزی (بدن کی اصل حرارت جس کو ''اینیمل ہیٹ'' بھی کہتے ہیں) بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اس لیے اس موسم میں گڑ، شکر، ہر قسم کی مٹھائیاں اور حلوے، نیز دوسری مرغن غذائیں خوب ہضم ہوتی اور بدن کو طاقت دیتی ہیں، نیز حرارتِ غریزی کو بڑھاتی ہیں، گوشت خور لوگ اس موسم میں گوشت، مچھلی اور انڈے کھا کر اپنے جسم کو طاقتور بنا سکتے ہیں، البتہ گرمیوں میں اس قسم کی چیزوں کا استعمال جس قدر کم کر دیا جائے بہتر ہے۔

گرمیوں میں ٹھنڈی سبز ترکاریاں تازہ پھل، دودھ، دہی، دہی کی لسی، چھاچھ اور پنیر جس قدر استعمال کریں مناسب ہے، برسات میں بھی یہی چیزیں مناسب ہیں، البتہ اس موسم میں لسی اور چھاچھ پینے میں احتیاط کرنی چاہئے، اس موسم میں چھاچھ اگر پئیں تو وہ تازہ بہ تازہ ہو، سبز ترکاریوں کی بُھجیہ پکا کر کھائیں، کبھی کبھی گُلگُلے، پوڑے، سُہال (پوری، کچوری) وغیرہ پکوان بھی کھانے میں حرج نہیں، لیکن اس موسم میں کھانے کے ساتھ لیموں کا رس یا اس کا اچار، سرکہ اور املی اور ان سے بنائی ہوئی چٹنیاں کھانے سے بہت فائدہ پہنچتا ہے (دیہاتی معالج ج ۱ صفحہ ۴۲ بتغیر)

۞......کھانے کے شروع، آخر یا درمیان میں پانی پینا سنت نہیں، حضور ﷺ کھانے کے بعد (فوراً) پانی نوش نہیں فرماتے تھے (مدارج النبوۃ ص ۱۷، زادالمعاد، اسوۂ رسول اکرم ص ۱۲۲، ۱۲۵) [1]

---

[1] ولم یکن من ھدیہ ان یشرب علی طعامہ فیفسدہ، ولاسیماان کان المآء حاراوباردافانہ ردئ جداًقال الشاعر:

لاتکن عند اکل سخن وبرد — ودخول الحمام تشرب ماء

فاذامااجتنبت ذلک حقا — لم تخف ماحییت فی الجوف داء

(الطب النبوی لابن القیم ص ۲۲۹، ۲۳۰)

طبی لحاظ سے بھی کھانا کھانے سے پہلے متصل اور کھانا کھانے کے بعد متصل پانی پینا مناسب نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت ہو تو کھانا کھانے کے درمیان قدرے پانی پی لیا جائے ، پیاس لگے تو بعد میں بھی پیا جاسکتا ہے، اس میں بھی بہتر ہے کہ پانی تھوڑی مقدار میں چوسنے کی شکل میں پیا جائے ، کھانے سے پہلے اور کھانے کے فوراً بعد اور اسی طرح کھانے کے دوران بے تحاشا پانی پینے سے ہضم خراب ہو جاتا ہے اور جب بار بار اس عادت کو دھرایا جاتا ہے تو قوتِ ہاضمہ کمزور ہو جاتی ہے عام حالات میں جبکہ پیاس وغیرہ نہ لگ رہی ہو، کھانا کھانے کے دو تین گھنٹے بعد پانی پینا مناسب ہے (ملاحظہ ہو: دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۲۲، ۲۳، ۴۱ ترجمہ وتشریح کلیاتِ قانون لابنِ سیناء حصہ اول ص ۱۷۳) ۱؎

۞ ...... پانی صاف برتن میں ٹھہر ٹھہر کر اور چوس چوس کر دائیں ہاتھ سے تین سانس میں پیجئے ، اور ہر مرتبہ برتن کو منہ سے الگ کر دیجئے ایک دم بہت سا پانی حلق میں نہ ڈالئے ، یہ صحت کے لئے بھی مضر ہے، پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لیجئے ، پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھئے ، یہ تمام چیزیں سنت اور حضور ﷺ سے ثابت ہیں۔ ۲؎

۞ ...... پانی کے علاوہ دیگر مشروبات کو بھی اصلاً تو تین سانس میں ہی پینا سنت ہے لیکن اگر کسی چیز کو تین سانس میں پی کر مکمل کرنا دشوار ہو مثلاً بوتل، سوڈا، جوس، سوپ وغیرہ تو بوجہ مجبوری ایسی چیز کو تین سے زائد سانس میں پینے میں حرج نہیں، اور جن چیزوں میں غذائیت کا عنصر ہو وہ چیزیں ایک حیثیت سے

۱؎ ولایشرب بعد الاکل الیٰ ان یخف اعالی البطن الا بمقدار مایسکن به العطش (الآداب الشرعية فصل فی العلاج وحفظ الصحة بدفع کل شیئ بضده) ویکره شرب الماء عقیب الریاضة والتعب وعقیب الجماع وعقیب الطعام وقبله وعقیب اکل الفاکهة وان کان شرب عقیب بعضها اسهل من بعض وعقیب الحمام وعندالانتباه من النوم . فهٰذاکله مناف لحفظ الصحة ولااعتبار بالعوائد فانهاطبائع ثوان (الطب النبوی لابن القیم ص ۲۳۰)

۲؎ لاتشربوا واحدا کشرب البعیر ولکن اشربوا مثنیٰ وثلاث وسموا الله اذا انتم شربتم واحمدوا الله اذا رفعتم (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۰) ۞ان النبی ﷺ کا ن یتنفس اذا شرب ثلاثاً (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۰ بحواله بخاری ،مسلم ،ابوداوٗد ،ترمذی وزاد ویقول انه اروئ وابرء وامرء) ۞ان النبیا کا ن یشرب فی ثلاثة انفاس اذا ادنی الاناء الی فیه سمی الله واذا اخره حمد الله یفعل ذالک ثلاث مرات (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۱ بحواله طبرانی اوسط) ۞کان النبی ا یستاک عرضا ویشرب مصا ویتنفس ثلاثا ویقول هو اهنأ وامرء وابرء (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۱ بحواله طبرانی کبیر) ۞اذاشرب احدکم فلا یتنفس فی الاناء (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۱ بحواله بخاری ،مسلم،ترمذی،نسائی)

کھانے کے مشابہ بھی ہیں لہٰذا بوقتِ ضرورت ان کو تین سے زیادہ سانس میں پینے میں حرج نہیں۔ [۱]

۞ ......اگر ایک وقت میں ایک سے زیادہ گلاس یا کٹورے پینے ہوں تو ہر گلاس اور ہر کٹورے کو تین سانس میں پیجئے (امداد الفتاوی ج۴ ص۱۰۳)

۞ ......پانی اور دوسرے مشروبات میں بھی کھانے کی چیزوں کی طرح پھونک مارنے سے پرہیز کیجئے البتہ اگر گرم مشروب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونک مارنے کی ضرورت پیش آجائے تو بہتر ہے کہ بغیر آواز نکالے پھونک ماریں (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج۹ ص۶۵)

۞ ......کھڑے ہو کر کھانے کی ممانعت کی تفصیل پیچھے گزر چکی، اور پینے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ پانی وغیرہ بھی بیٹھ کر پینا سنت ہے، کھڑے ہو کر پینے میں سنت کا ثواب نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، کھڑے ہو کر پینے کی مستقل عادت تو ہرگز نہیں بنانی چاہئے، خصوصاً بوتل، چائے اور دوسرے ایسے مشروب جن کے پینے میں وقت بھی پانی سے زیادہ لگتا ہے اور ان میں غذائیت کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے، کھڑے ہو کر پینا زیادہ ناپسندیدہ ہے، کیونکہ ایسے مشروبات کو کھانے کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔ فیشن یا تکبر کی غرض سے کھڑے ہو کر پینا زیادہ مکروہ و مذموم اور بُرا ہے، سبیل کا پانی بھی بیٹھ کر ہی پینا سنت ہے، البتہ اگر سبیل کے قریب بیٹھنے کی مناسب جگہ نہیں ہے تو کھڑے ہو کر پینے میں بھی کوئی حرج نہیں (احسن الفتاویٰ ج۸ ص۱۱۳ بتغیر واضافہ) [۲]

---

[۱] قوله فی الشراب، اعم من شرب الماء وغیره من المشروبات (عمدة القاری ج۱۴ ص۲۱۸ باب الایمن فالایمن فی الشراب) ۞ (الاشربة) جمع شراب وهو مایشرب من ماء وغیره من المائعات (مرقاة ج۸ ص ۲۱۵) ۞ وان التخلف عن الثلاث منقول عن رسول اللّٰه والتکثیر علی الثلاث اهون من التقلیل عن الثلاث کما یفهم من الحدیث (م.ر.ن)......قال العلی القاری "ثلاثاً ای غالباً فقد روی الترمذی فی الشمائل عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما انها کا ن اذا شرب یتنفس مرتین ای فی بعض الاوقات ویؤیده ماسیأتی من روایته فی جامعه عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما ایضاً مرفوعاً لاتشربوا واحدا کشرب البعیر ولکن اشربوا مثنیٰ وثلاث "(مرقاة ج۸ ص۲۱۵)

[۲] واستدل اهل الظاهر بهذه الاحادیث علیٰ تحریم الشرب قائما ثم کیفیة الجمع بینهما علیٰ اقوال، احدها ان النهی محمول علیٰ التنزیه لا علی التحریم وهو الذی صار الیه الائمة الجامعون بین الحدیث والفقه ......وقال النووی فی شرح مسلم الصواب ان النهی محمول علیٰ کراهة التنزیه واما شربهاقائما فبیانه للجواز فلا اشکال ولا تعارض (عمدة القاری ج۱۴ ص۲۱۶ کتاب الاشربة باب الشرب قائما) وسلک اٰخرون فی الجمع حمل احادیث النهی علی کراهة التنزیه واحادیث الجواز علیٰ بیانه وهی طریقة الخطابی وابن بطال واٰخرین وهذا احسن المسالک واسلمها وابعدها من الاعتراض (فتح الباری ج۱۰ ص۱۰۴ کتاب الاشربة)

✪ ......آبِ زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہے کہ کھڑے ہوکر پینے میں زیادہ ثواب ہے، لیکن اہلِ علم حضرات کی تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ آبِ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینے میں ثواب نہیں ہے، البتہ خاص ان پانیوں کو اگر کوئی کھڑے ہوکر پئے تو نہ کوئی ثواب ہے اور نہ کوئی کراہت یعنی مباح عمل ہے، مکروہ یا مستحب نہیں۔ [۱]

رمضان کے ایک روزہ کی قدر و قیمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے تو پھر رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ الباب، مشکوٰۃ)

فائدہ: بعض علماء کی تحقیق یہی ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلاوجہ کھودیا تو اس کی قضاء ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے۔ مگر جمہور فقہاء وعلماء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ بلا عذر رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضاء ہوجائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینے کے روزے کفارہ کے طور پر رکھنے سے فرض ذمہ میں سے ادا ہوگا۔ لیکن یہ حکم فریضہ کے ادا ہونے سے متعلق ہے جہاں تک برکت اور فضیلت کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ کسی طرح ہاتھ نہیں آسکتی، حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے اور موسم کے اعتبار سے چیزوں کی قیمت بڑھتی اور چڑھتی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ فرض روزوں کے لئے خاص کردیا گیا ہے۔ یہ مہینہ روزوں کا ایک خاص موسم ہے۔ اس مہینہ میں روزہ رکھنے پر جو کچھ ملتا ہے بعد میں اس کی قضاء رکھ لینے پر رمضان والی فضیلت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ روزہ اپنے خاص مقام سے ہٹ گیا۔ بہت سے تندرست اور صحت مند لوگ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے اور ذرا سی بھوک، پیاس اور معمولی سی بیڑی، سگریٹ، پان، تمباکو، چائے، قہوہ وغیرہ یا دنیا کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں انہیں اپنی آخرت کی خیر منانی چاہئے اور دنیا کے ذرا سے مزے اور طلب کی خاطر اپنی قبر اور آخرت کو خراب کرنے سے بچنا چاہئے (فضائل رمضان بتغیر واضافہ)

---

[۱] والحاصل ان انتفاء الکراھۃ فی الشرب قائما فی ھذین الموضعین محل کلام فضلاً عن استحباب القیام فیھما، ولعل الاوجہ عدم الکراھۃ ان لم نقل بالاستحباب (تکملہ فتح الملھم ج۴ ص ۱۴ بحوالہ ردالمحتار)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

محمد رضوان صاحب

کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟

آج کل تصوف اور طریقت کے سلسلہ میں اکثر لوگ کسی اللہ والے سے رسمی طور پر بیعت ہو جانے کو کافی سمجھتے ہیں، اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بیعت کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے حوالے سے چند ہدایات اور ان کے فوائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

✽......**فرمایا:** ''بیعت کے بغیر جو نفع ہوتا ہے وہی بغیر بیعت کے بھی حاصل ہو سکتا ہے نفع کا دارومدار بیعت پر نہیں، عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو اس کو قطعاً ترک کر دینا چاہئے، فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، بلکہ بیعت ایک سنتِ مستحبہ غیر ضروریہ ہے'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۳۸۶)

فائدہ:......معلوم ہوا کہ بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، اس لئے بیعت کو ضروری نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ سنتِ غیر مؤکدہ یا مستحب سمجھنا چاہئے۔

✽......**فرمایا:** ''مجھ کو تو بیعت کرنے میں یہ شبہ ہو گیا کہ کہیں فقہاء کے اس کلیہ کے تحت داخل ہو کر منع نہ ہو کہ ''مباح (جائز) اور مندوب (مستحب) سے جب مفاسد پیدا ہوں تو وہ منع ہو جاتا ہے'' اور بیعت مباح ہے یا مندوب اور مفاسد یہ ہیں کہ عوام تو اس کو علتِ نفع سمجھتے ہیں اور خواص گو علت نہ سمجھیں مگر یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ شرطِ منفعت ہے، حالانکہ وصول الی اللہ کے لئے نہ شرطِ منفعت ہے اور نہ علت ہے، ہنس کر فرمایا ہاں وصول الی المبلغ کے لئے علت بھی ہے اور شرط بھی ہے'' (الکلام الحسن ص ۵۴، ص ۵۵ حصہ دوم)

فائدہ:......معلوم ہوا کہ بیعت کو اگر ضروری سمجھا جائے یا کوئی اور اس میں خرابی شامل ہو جائے تو ایسی صورت میں بیعت ہونا ثواب کے بجائے گناہ ہو جائے گا۔

✽......**فرمایا:** ''بیعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ کی طرف سے التزامِ تربیت اور مرید کی طرف سے التزامِ طاعت ہو، فقط لفظوں میں کیا رکھا ہے ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' ''انسان جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا'' یہ بیع (خرید وفروخت) کی طرح ہے کہ تعاطی سے (یعنی لفظوں کے بغیر) بھی ہو جاتی ہے، اسی طرح مرید بھی التزام کرے طاعت کا تو بیعت ہو گئی، بلکہ مرید تو اعتقاد اور التزام کو نہ چھوڑے گو پیر کہہ دے کہ تو میرا مرید نہیں ہے، تو بھی مرید رہے گا، گویا مریدی مرید کے قبضہ میں

ہے،عورت کو خاوند طلاق دے سکتا ہے مگر پیر مرید کو طلاق نہیں دے سکتا، ہاں مرید پیر کو طلاق دے سکتا ہے، جیسے عورت ارتداد کی حالت میں خاوند کو طلاق دے سکتی ہے،مرید اور مرتد میں صرف لفظوں کا فرق ہے‘‘ (کہ مرید میں را کے بعد یا ہے اور مرتد میں تا) (الکلام الحسن ج۲ص ۷۸ وص ۷۹)

فائدہ:......معلوم ہوا کہ اگر مرید شیخ کی اطاعت اور کہنا ماننے کو اپنے اوپر لازم کرے تو بھی بیعت کی حقیقت پوری ہو جاتی ہے، اگرچہ رسمی بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ لینے کی صورت نہ پائی جائے۔

✽......**فرمایا:**’’لوگوں کے عقائد بہت خراب ہو گئے ہیں، بیعت کی نسبت تو یہ عقیدہ ہے کہ بدون (بغیر) اس کے فائدہ نہیں ہوتا، اور یہ عقیدہ بدعت ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ عقیدہ نہ تھا، کوئی بیعت کو شرطِ نفع سمجھے یہ بھی بدعت ہے اور جاہل تو مؤثر سمجھتے ہیں یہ بھی بدعت ہے، فرمایا کہ الحمد للہ اس بدعت کی اصلاح تو کر دی ہے، پھر فرمایا کہ اب تو بدعات بھی لوگوں کے نزدیک تین چار رہ گئی ہیں، فاتحہ، نیاز، عرس۔ جس طرح گناہ بھی دو چار ہیں، زنا، چوری، شراب خوری، باقی سب جائز ہیں، بدعت کی دو قسم ہیں، بریلوی اور ریلوی، فرمایا کہ سلف صحابہ اور تابعین میں بیعت کے وقت مصافحہ کا دستور تھا، بعد میں خلفاء کے زمانہ میں مشائخ نے بیعت کے وقت مصافحہ ترک کر دیا تھا، شبہ ہوتا تھا (حاکم سے) بغاوت کا، اس واسطے اس زمانہ میں بیعت کا ذکر اس طرح آتا ہے ’’صَحِبَ فُلَانٌ فُلَانًا، بَایَعَ فُلَانٌ فُلَانًا‘‘ نہیں آتا، فرمایا کہ بیعت کی حقیقت مُرید کی طرف سے التزامِ طاعت اور شیخ کی طرف سے التزامِ تعلیم، ہاتھ پر ہاتھ رکھنے میں کیا رکھا ہے؟ اگر کسی کو شوق ہو تو یوں کرے کہ اعمال میں طاعت (فرمانبرداری) کرنی شروع کر دے اور جوابات (شیخ سے) دریافت طلب ہو دریافت کرے اور کبھی ملاقات کرے تو مصافحہ کرے، پس دونوں جمع ہو گئیں، مصافحہ اور تعلیم، عرفی بیعت بھی ہو گئی‘‘ (الکلام الحسن ج۲ص۱۰۴)

فائدہ:......دیکھئے بیعت کی حقیقت کو کتنے آسان انداز میں حل کر دیا گیا، اور رسمی بیعت اور اس میں پیدا شدہ خرابیوں پر بھی روشنی پڑ گئی۔

✽......**فرمایا:**’’بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت، حقیقت اس کی ایک عقد ہے درمیان مرشد (شیخ و پیر) و مسترشد (مرید) کے، مرشد کی طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا، پھر اگر مرشد اور مسترشد کے درمیان نبی اور امتی کا تعلق ہے تو نبی کی طرف سے تبلیغ اور امتی کی طرف سے ایمان، جس میں سب احکام کا التزام، اس حقیقت کے تحقق کے لئے کافی ہے، اور یہی محمل (مفہوم) ہے اس قول کا اگر ثابت ہو ’’مَنْ لَّاشَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہُ الشَّیْطَانُ‘‘ (یعنی جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے) مگر کوئی مسلمان اس

کا مصداق نہیں اور یہ بیعت فرض ہے، اور اس کے بعد بھی اگر کسی خاص حکم یا احکام کا عہد لیا جاوے وہ اس عہدِ مذکور کی تجدید ہے" کما فی حدیث عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ وحوله عصابة من اصحابه بایعونی الیٰ قوله فبایعناه علی ذلک متفق علیه " (مشکوۃ، کتاب الایمان) اور اگر مرشد و مسترشد دونوں امتی ہیں جیسا بعد عہد نبوت کے، اور یہی وہ بیعت ہے جس کا لقب اس وقت پیری مریدی ہے تو وہ بھی مثلِ صورتِ ثانیہ (دوسری صورت کی طرح) کے تقویت ہے عہدِ اسلامی کی، اور یہ اتباع ہے اس سنت کا جس کو اوپر تجدید عہد کہا گیا ہے، اور چونکہ اس کے فرض یا واجب یا سنتِ موکدہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں، اور حضرۃ نبویہ سے دین کی حیثیت سے منقول، لہٰذا یہ بیعت مستحب ہوگی، اور جس نے اس کے فرض یا واجب ہونے پر آیۃ "یٰآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللہَ وَابْتَغُوْ آ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ " سے استدلال کیا ہے، محض بے دلیل اور تفسیر بالرائے ہے، صحیح تفسیر "وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْقُرْبَ بِالطَّاعَاتِ " ہے، توسل لغت میں تقرب ہے، "ومن ثم فسره البیضاوی بقوله وسل الیٰ کذا اذا تقرب الیه من فعل الطاعات وترک المعاصی اه "اسی طرح جب حضور ﷺ سے اس پر مداومت ثابت نہیں ہزاروں مُومن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضور ﷺ سے بیعت نہیں ہوئے، اس لئے اس کو سنتِ موکدہ بھی نہ کہیں گے، یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے، اور ایک اس کی صورت ہے، یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دلانا تو یہ عمل مباح ہے، لیکن مامور بہ کے کسی درجہ میں نہیں، حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حضور ﷺ سے جو منقول ہے وُہ بطورِ عبادت اور دین کے نہیں، بلکہ بطورِ عادت کے ہے کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی، چنانچہ اسی عادت کی بناء پر اس کو صفقہ بھی کہا جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ یہ بیعت معتادۂ صلحاء حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں، لہٰذا اس کا درجہ علماً یا عملاً بڑھانا مثلاً اس کو شرطِ نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلو فی الدین اور اعتداء حدود (دین میں غلو اور حد سے تجاوز کرنا) ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریقِ متعارف کسی سے بیعت نہ ہو اور خود علمِ دین حاصل کر کے یا علماء سے تحقیق کر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا رہے وہ ناجی (نجات پانے والا) اور مقبول اور مقرب ہے، البتہ تجربہ سے یا کلیاً یا اکثریاً مشاہد ہو گیا ہے کہ جو درجہ عمل اور اصلاح کا مطلوب ہے وہ بدون اتباع و تربیت کسی کامل بزرگ کے بلاخطر اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا، مگر اس اتباع کے لئے بھی صرف التزام کافی ہے، بیعتِ متعارف شرط نہیں، "ولکن هذا اٰخر الکلام، واللہ اعلم " کتبہٗ، اشرف علی، ۸ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۳۷)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: محمد رضوان صاحب

مکتوباتِ مَسیحُ الاُمَّت (قسط ۱۸)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جوافادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ''میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۳) (م۲۲/محرم ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی و معظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: تقریباً دوماہ موسم گرما کوہ مری پر قیام رہا بوجہ حدت خون بقول معالج بندہ کو گرمیوں میں خارش ودیگر عارضے لاحق ہوجاتے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ پہاڑ پر صحت بہت اچھی رہی اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْر صحت کی غرض سے اکثر نقل مکانی گاہے گاہے کرتا رہتا ہوں اور یہ نیت کرلیتا ہوں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ بندہ کو حسن عبادت کی توفیق عطا فرماویں اور ذکر وشکر میں بشاشت نصیب ہوجائے

ارشاد: یہ منتقلی تو عین عبادت ہے کہ صحت کا لحاظ شرعاً فرض ہے۔

عرض: حضرت سے بندہ کی ایک درخواست ہے کہ ایک چلہ (چالیس دن) جلال آباد میں حضرت کی خدمت میں گزار دے حضرت کے دردولت کے قرب وجوار میں کوئی مکان کرایہ پر مل جائے گا، خوردونوش کا اپنا انتظام ہوگا۔ اگر ضرورت ہوئی تو باغپت سے کوئی ملازم آجائے گا، اگر حضرت نے بندہ کی یہ درخواست منظور فرمالی تو انشاء اللہ تعالیٰ وقت کا تعین بعد میں کرلیا جائے گا بشرطیکہ حالات آمدورفت اور قیام کے سازگار رہے۔ فقط والسلام احقر محمد عشرت علی خاں قیصر عفی عنہ

ارشاد: بندہ کا فہم قاصر ہے کہ قیصر میں کیا کسر ہے کہ سفر ہو۔ زبان ذاکر دل شاکر۔ بس۔ جَمَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَحُبُّکَ فِیْ قَلْبِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ (ترجمہ: آپ کا جمال میری آنکھوں میں ہے، اور آپ کی محبت میرے دل میں ہے، اور آپ کا ذکر میرے منہ میں ہے پس آپ کہاں غائب ہوسکتے ہیں، از ناقل)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ تخصُّص اور اِفتاء میں فرق

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

’’میں کہا کرتا ہوں کہ مصلح اور مفتی میں سب چیزیں ہونا چاہئے، قرآن بھی، حدیث بھی، فقہ بھی، تصوف بھی، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا شخص حدود پر رہ سکتا ہے، جامع نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو ہی جاتی ہے، محقق اور جامع موقع اور محل کو دیکھتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ وہ فقیہ بھی ہو، مفسر بھی ہو‘‘ (الافاضات ص ۳۰۷، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج ۲ ص ۲۴۷)

مفتی سے لوگ سب ہی قسم کے مسائل معلوم کرتے ہیں، عقائد کے بھی، عبادات کے بھی، معاملات کے بھی، سیاست ومعاشرت کے بھی اور اخلاق کے بھی، اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایک، دوسالہ تخصص کا نصاب کافی نہیں، جس میں زیادہ تر فقہ، اصولِ فقہ، یا زیادہ سے زیادہ قواعدِ فقہ کی چند کتب پڑھائی جاتی ہیں، دینی مدارس میں جو تخصص کا نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ دراصل فقہ کا تخصص ہوتا ہے اسی لئے اس کو ’’تخصص فی الفقہ الاسلامی‘‘ کہا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف فقہ کے تخصص کے درجہ میں ہے، گویا کہ اس نصاب سے فقہ سے ایک درجہ کی مناسبت ہو جاتی ہے اس نصاب کے پڑھ لینے کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ شخص مفتی ہوگیا، کیونکہ مفتی کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں ضروری ہے، جن کا اجمالی طور پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر گذرا۔

اس اعتبار سے تخصص اور افتاء دو الگ الگ چیزیں ہوئیں، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مروجہ تخصص اور افتاء میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے، تخصص افتاء کا ایک حصہ بلکہ تمہید ہے۔

اور خود مروجہ تخصص کے نصاب پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو دورہ حدیث کی دوڑ کے بعد اب ہر مدرسہ اور جامعہ میں تخصص کی دوڑ بھی شروع ہوگئی ہے، اور ہر سال مدارس سے تخصص شُدہ ایک بہت بڑی کھیپ تیار ہو کر نکلتی ہے، جس کی وجہ سے اب اس کو تخصص کہنا بھی غلط سا معلوم ہوتا ہے، اب اس کو تخصص کے بجائے تعمم کہنا چاہئے، پھر جو بھی تخصص کا ایک دوسالہ نصاب پڑھ کر نکلتا ہے وہ اپنے آپ کو اپنے تئیں مفتی سمجھنے لگتا ہے، اور غیر تربیت یافتہ ہونے کے باوجود ہر قسم کے فتوے جاری کرنے میں ذرا احتیاط نہیں

برتتا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر اور ایک ہی مقام کے مختلف دارالافتاؤں سے مختلف قسم کے فتوے جاری ہوتے ہیں، اور اختلاف کی بناء اکثر و بیشتر کم علمی اور تربیت نہ ہونا ہوتی ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اسی ضمن میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ کے معاملے میں خصوصی مذاق کی چند باتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ محض فقہی کتابوں کے جزئیات یاد کر لینے سے انسان فقیہ یا مفتی نہیں بنتا، میں نے ایسے بہت سے حضرات دیکھے ہیں جنہیں فقہی جزئیات ہی نہیں ان کی عبارتیں بھی اَز بَر تھیں، لیکن ان میں فتویٰ کی مناسبت نظر نہیں آئی، وجہ یہ ہے کہ درحقیقت ''فقہ'' کے معنی ''سمجھ'' کے ہیں اور فقیہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمادی ہو اور یہ سمجھ محض وسعتِ مطالعہ یا فقہی جزئیات یاد کرنے سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے کسی ماہر فقیہ کی صحبت اور اس سے تربیت لینے کی ضرورت ہے، یہ بات احقر نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے بارہا سنی اور ایک آدھ مرتبہ اس کی تشریح و تفصیل بھی سمجھنی چاہی کہ وہ کیا باتیں ہیں جو محض مطالعے یا فقہی جزئیات یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں، لیکن حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر وہ باتیں بیان میں آسکتیں تو پھر انہیں سیکھنے کے لئے کسی سے تربیت لینے کی ضرورت نہ ہوتی اب ان کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ انہیں منضبط شکل میں مدوّن نہیں کیا جاسکتا اور نہ متعین الفاظ میں ان کی تعبیر و تشریح ممکن ہے، گویا ؂

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

ان باتوں کے حصول کا طریقہ ہی یہ ہے کہ کسی ماہر فقیہ کے ساتھ رہ کر اس کے اندازِ فکر و نظر کا مشاہدہ کیا جائے، اس طرح مدت کے تجربے اور مشاہدے سے وہ اندازِ فکر خود بخود زیرِ تربیت شخص کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، بشرطیکہ کہ جانبین میں مناسبت ہو اور سیکھنے والا شخص باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ واقعی سیکھنا چاہتا ہو'' (میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق ص ۶۵)

علم کے مینار

طارق محمود صاحب

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ابوالقاسم الزہراوی

گلستانِ اندلس میں جب اسلام کی باد بہاری چل رہی تھی (جس کا عرصہ آٹھ صدیوں پر محیط ہے) اور امتِ مسلمہ اپنے خونِ جگر سے اس کے ذرے ذرے کو سینچ کر ایسی تابانی بخش رہی تھی جس سے شمس وقمر اور انجم وکوکب کی بھی آنکھیں خیرہ ہوں، تو یہاں علم وفن کی ڈالی ڈالی پر ایسی ایسی ہزار داستان بلبلیں نغمہ سنج ہوتی تھیں کہ جورِ فلک اور گردشِ ایام باوجود اس کے کہ صدیوں پہلے اندلس مرحوم سے امتِ مرحومہ کی بساطِ تہذیب ووجود لپیٹ چکا ہے، لیکن اس چمن کے عنادل کے یہ دلآویز نغمے آج تک مشرق ومغرب کو مسحور رکھے ہوئے ہیں ۔

اے گلستانِ اندلس کیا وہ دن ہیں یاد تجھ کو تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

اندلس مرحوم کے ایک نامور سپوت فنِ طب کے دیارِ مغرب میں یگانہ روزگار امام ابوالقاسم الزہراوی ہیں، فنِ جراحی (سرجری) جس کو ٹیکنالوجی کے دور کی ایجاد سمجھا سمجھایا جارہا ہے، تاریخ اس مغالطے کے خلاف یہ شہادت دیتی ہے کہ طب کے اس باب کی تجدید واستعمال کا سہرا ابوالقاسم کے سر ہے، فنِ سرجری میں مثانہ کی پتھری نکالنے کے لئے نشتر چبھانے کی جگہ کی تعیین بھی ابوالقاسم کا کارنامہ ہے، جبکہ یورپ اس مقام کی تعیین ابھی انیسویں صدی میں کرپایا ہے، یورپین دانشوروں کو اس عظیم طبیب کی تصنیفات وتحقیقات سے آگاہی اس کی وفات سے کئی سو سال بعد پندرہویں صدی میں ہوئی، جیسے جیسے پردے اٹھتے جارہے ہیں یورپ کی پندرہویں صدی کے بعد کی تحقیقات، ایجادات اور اکتشافات کا پول کھلتا جارہا ہے کہ اس میں خانہ ساز سرمایہ کتنا ہے اور سرقہ وغصب اور مکروخداع کی مقدار کتنی ہے، ابھی آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

پیدائش

ابوالقاسم الزہراوی جن کا پورا نام خلف بن عباس ہے مغربی ممالک میں ابوالقاسس (Abulcasis) کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش 936ء میں اندلس (موجودہ سپین) کے شہر ''زہرہ'' میں ہوئی، جو

قرطبہ کے قریب واقع ہے۔

الزہراوی اور فنِ جراحی (Surgery)

الزہراوی مسلم دنیا کے مشہور جراح ہیں اور اندلس کے بادشاہ ''الحکم دوم'' کے شاہی طبیب تھے، فنِ جراحت میں الزہراوی نے بڑا نام کمایا بلکہ ایک لحاظ سے ان کو فنِ جراحی کا موجد بھی کہنا چاہیئے، الزہراوی نے فنِ جراحی کے کئی نازک آپریشن کمال تک پہنچائے، جن میں (قبل از پیدائش) مردہ بچوں (Foetus) اور اعضاء کو جسم سے علیٰحدہ کرنے کا نمایاں، نرالا اور ممتاز کارنامہ بھی شامل ہے۔

الزہراوی کی شہرہ آفاق تصنیف ''التصریف''

الزہراوی کی شہرت کی سب سے بڑی وجہ جراحی کے عمل میں رکاوٹیں دور کرنے میں کامیابی ہے اور اس کے علاوہ مشہور و معروف میڈیکل انسائیکلوپیڈیا ''التصریف'' آپ کی شہرت کو دوام بخشنے کا باعث ہے، یہ کل تیس جلدوں پر مشتمل ہے جس میں علم طب کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، ان تیس جلدوں میں سب سے زیادہ اہم وہ تین جلدیں ہیں جس میں فنِ جراحی اور جراحی کے ذریعہ سے علاج کی مختلف اقسام کو بیان کیا گیا ہے، یہ تینوں جلدیں ان کے اپنے عملِ جراحی (Operations) کے تجربات پر مبنی ہیں، ان تین جلدوں میں داغنے کے عمل سے علاج (Cauterizations) مثانے سے پتھری نکال دینا، جانوروں کی چیر پھاڑ یعنی عملِ تشریح (Dissection) دایہ گری (Midwifery) خون بند کرنے کی صلاحیت کا فن (Styptics) اور ناک، کان، گلے (E-N-T) کی جراحی وغیرہ جیسے جراحی کے مختلف کمالات کا ذکر کیا ہے، ''التصریف'' میں الزہراوی نے جراحی کے ان آلات کی جو اس کے استعمال میں آئے یا اس نے خود ایجاد کیئے، کی بہت سی شکلیں (Diagrams) اور تشریحی تصاویر (Illustrations) بھی دی گئی ہیں، اور یہ شکلیں یورپی ممالک میں طب کے نصاب کی حیثیت سے صدیوں تک پڑھی جاتی رہیں۔

''التصریف'' میں الزہراوی نے عملِ جراحی کو خاص خاص شاخوں میں استعمال کرنے کی ایک وسیع و بلیغ تفصیل دی ہے اور مختلف دوائیوں کی تیاری پر بھی بحث کی ہے، دوائیوں کی تیاری کے متعلق انہوں نے بعض ٹیکنیکس (Techniques) مثلاً تصعید (Sublimation) اور نتھارنا (Decantation) کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الزہراوی دانتوں کے علاج کے بھی ماہر تھے اور''التصریف''میں دانتوں کی بہت اہم جراحیوں کے عمل کے علاوہ بہت سے آلات جو دانتوں کی جراحی کے عمل میں استعمال ہوتے ہیں، کی تصاویر اور خاکے بھی دیئے ہیں، الزہراوی نے دانتوں کے خاص خاص مسائل مثلاً دانتوں کے آگے پیچھے ہونے، بدوضع ہونے یا صحیح طرح نہ ہونے پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور یہ کہ ان نقائص کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے، الزہراوی نے مصنوعی دانت تیار کرنے اور نقص والے دانتوں کی جگہ ان کو لگانے کی تیکنیک بھی ایجاد کی۔

''التصریف'' کا سب سے پہلے ترجمہ کریمونہ سے تعلق رکھنے والے''گرارڈ''(Gerard of Cremona) نے لاطینی زبان میں کیا اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن یورپ میں شائع ہوئے۔

الزہراوی اور آلاتِ طب

الزہراوی کئی طبی آلات کے موجد ہیں ان میں تین آلات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۱)......کان کے اندرونی معائنہ (Examination) کے لئے آلہ (۲)...... پیشاب کی نالی یا یوریتھرا (Urethra) کے اندرونی معائنہ کے لئے آلہ (۳)...... بیرونی چیزیں گلے سے نکالنے کے لئے آلہ۔

الزہراوی کے طبی کارنامے

الزہراوی علمِ طب کی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے خون بہنے یعنی ہیموفیلیا (Haemophilia) کے مرض کا تفصیلی ذکر کیا ہے، اسی طرح مرض کو جھلسا (Cauterization) کر علاج کرنے میں بھی انہیں خصوصی مہارت حاصل تھی اور انہوں نے یہ تیکنیک جراحی (آپریشن) کے تقریباً پچاس کیسوں میں استعمال کی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ الزہراوی نے طب اور جراحی کے میدان میں گہرے اثرات چھوڑے اور اس کے وضع کئے ہوئے اصول طب و جراحی اور علاج معالجہ میں انتہائی معتبر مانے گئے۔ڈاکٹر کیمبل (Campbell) جو کہ تاریخِ طبِ عربی (History of Arab Medicine) کے مصنف ہیں ان کی رائے ہے کہ الزہراوی کے طب کے اصول یورپ کے طب کے نصاب میں جالینوس کے اصولوں پر بہت زیادہ سبقت لے گئے ہیں۔

وفات

الزہراوی کی وفات 1013ء بمطابق ۴۱۲ھ میں 77 سال کی عمر میں ہوئی۔

تذکرۂ اولیاء جناب عبدالسلام صاحب

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (دوسری وآخری قسط)

شیخ کا عہد اور مسلمانوں کا بگاڑ

شیخ ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور پھر مرتے دم تک یہیں رہے آپ کا یہ عہد ستر سال سے زیادہ عرصے پر مشتمل ہے اس پورے زمانے میں مرکز ملت بغداد میں بالخصوص اور پورے عالم اسلام میں بالعموم بکثرت انقلابات اور تاریخی واقعات پیش آئے ،اس عرصے میں یکے بعد دیگرے پانچ عباسی خلفاء کا عروج وزوال شیخ نے دیکھا۔شیخ کی آمد کے وقت خلیفہ مستظہر باللہ تخت خلافت پر متمکن تھے (متوفی ۵۱۲ھ)اس کے بعد بالترتیب مسترشد باللہ، راشد باللہ، المقتضی لامراللہ اور مستنجد باللہ خلیفہ ہوئے یہ زمانہ سلجوقیوں کے بھی عروج کا عہد ہے جنہوں نے اپنا ڈنکا سارے عالم اسلام میں بجایا کاشغر سے لے کر قسطنطنیہ کی دیواروں تک اپنا سکہ چلایا، بغداد عرصہ تک ان کی ترکتازیوں کی زد میں رہا اور عباسی خلافت کو انہوں نے اپنا زیرنگیں رکھا۔شیخ کے زمانے میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش عروج پر تھی۔ کئی دفعہ سلطانی لشکر اور خلیفہ کی فوجوں میں معرکہ آرائی وخنجر آزمائی بھی ہوتی رہی اس طرح مسلمان محض اقتدار کے حصول اور حبِ جاہ ومال کی خاطر آپس میں بے دریغ ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے۔ مسترشد جو عباسیہ کا سب سے طاقتور، حوصلہ منداور شجاع خلیفہ تھا اور سلجوقیوں کے ساتھ اکثر معرکوں میں یہی فتح مند ہوتا رہا ۵۱۹ھ رمضان میں سلجوقی فوجوں کے ہاتھوں اسے شکست فاش ہوئی اور یہ قید کرلیا گیا، یہ خلیفہ خاص وعام سب کی نظروں میں اتنا محبوب ومقبول تھا کہ خلیفہ کے غم اور مصیبت نے ساری قوم کو بیقرار کردیا، بغداد اور عالم اسلام کے دوسرے شہر عمومی انتشار اور عوامی احتجاج کی زد میں آگئے بغداد میں لوگوں نے جماعت تک میں شریک ہونا چھوڑ دیا، مساجد ویران ہوگئیں، عورتیں سروں سے دوپٹہ اتار کر نوحہ کرتی ہوئی نکل کھڑی ہوئیں ان حالات سے سلجوقی سلطان سنجر لرزہ براندام ہوا (ابن کثیر)

اس سیاسی انتشار کے جلو میں دینی وخلاقی انحطاط بھی زوروں پر تھا جس کا بڑا مرکز مستقر خلافت بغداد ہی

تھا اور پورے عالم اسلام میں ایک عمومی دینی زوال سیلاب بلا کی طرح بڑھتا چلا آ رہا تھا اس کے علاوہ ملحد فلاسفہ اور تصوف واعتزال کا لبادہ اوڑھے ہوئے زنادقہ اور باطنین وروافض وغیرہ فرق باطلہ اور نام نہاد درباری علم فروش طبقات نے بغداد اور دوسرے اہم اسلامی شہروں میں اودھم مچا رکھا تھا۔ یہ حالات دیکھ دیکھ کر شیخ کی کڑھن میں اضافہ ہوتا تھا اور حمیتِ اسلامی، غیرتِ دینی اور نصرتِ حق کا جوش شیخ کے سینہ میں اٹھتا تھا۔ ؎

زدرد دین ہمہ پیران راہ را   دلہا خستہ جگرہا کباب اند

یہ قلبی احساس اور دردِ دین کی ٹیسیں جب صبر وضبط کے بندھن توڑ کر شیخ کے مواعظ وخطبات میں اُمڈ آتیں تو حقائق اور درد محبت کے دریا بہہ جاتے اور شیخ کی زبان کا ایک ایک لفظ بنی آدم کی زیاں کاریوں پر عبرت کا تازیانہ بن کر حاضرین وسامعین کے دلوں پر پڑتا، شیخ کے مواعظ ومقالات جو آج بھی ''فتوح الغیب'' اور ''الفتح الربانی'' کے قلمبند مجموعوں میں محفوظ ہیں پڑھنے والوں کے دلوں میں درد کی کسک پیدا کئے بغیر نہیں رہتیں (بشرطیکہ دل نامی چیز سینے کے نہاں خانے میں موجود بھی ہو) اور بعض خاص مزاجوں کے لئے تو یہ شعلہ جوالہ کی حیثیت رکھتی ہیں تو جو لوگ خود ان مجالس میں شریک ہوتے تھے شیخ کے یہ وعظ جو اکثیر سے بڑھ کر تاثیر رکھتے تھے ان پر کیا اثر دکھاتے ہوں گے؟ (پیچھے شیخ کے مواعظ کے اثرات ذکر ہو چکے ہیں) یہی وہ راز تھا جس نے شیخ کے مواعظ کا خلق خدا کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ [۱]

شیخ کے مواعظ کے چیدہ چیدہ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

> ''جناب رسول اللہ ﷺ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے اے باشندگان زمین! آؤ جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں، اور جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کر دیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ اے سورج، اے چاند، اور اے دن تم سب آؤ'' (ملفوظات الفتح الربانی)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

---

[۱] شیخ کے علاوہ بھی جو نامور علمائے حق، داعیین اسلام، محدثین، مفسرین، فقہاء مشائخ، نیک دل امراء وحکام اور اور بعض سلاطین جو اس دور میں ہوئے سب نے عظمت وعزیمت کی ایک سے بڑھ کر ایک داستان رقم کی جو کہ ہماری شاندار ماضی کا سنہرا باب ہے ہر زمانے کے اہل حق کے ان طبقات کے ہاتھوں ہی شر کا انسداد ہوا ہے اور تاریخ نے اپنا رخ بدلا ہے سب کی عظمتوں کو ہم سلام کرتے ہیں لیکن یہاں ہمارا موضوع صرف شیخ کی سوانح کا چل رہا ہے۔

''اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں ، بدعتیوں ، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں سے جو ان میں موجود نہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد کر رہا ہے اپنے سے پہلوں اور موجود لوگوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے ناگہاں دنیا سے گذر کر ایسے ہوگئے گویا کبھی تھے ہی نہیں، تیرا دل کس قدر سخت ہے، کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار اچھل کود کے ساتھ کرتا ہے حالانکہ وہ اسے شام کو صرف چند نوالے کھانا ہی دیتا ہے اور تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو جو یہ نعمتیں دیکر تجھ سے مقصود ہے اس کو تو پورا نہیں کرتا اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا'' (الفتح الربانی)

دنیا پرست علم فروشوں اور نفس کے غلام گدی نشینوں وخرقہ پوشوں پر یوں تازیانہ برساتے ہیں:

''اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت ؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے خلق خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم و نفاق میں آلودہ ہو یہ نفاق کب تک رہے گا اے عالمو! اور اے صوفیو درویشو! شاہان وسلاطین کیلئے کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور شہوات ولذات لیتے رہو'' (الفتح الربانی مترجم مجلس ۵۱)

ایک مجلس میں توحید خالص کی یوں تعلیم دیتے ہیں:

''اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تمہیں سنبھالتا ہے وہ تمہیں جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچا لے گا......کب تک ماسوائے حق سے وابستہ رہو گے؟ اس اللہ کو چھوڑ کر جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور بنانے والا ہے اول ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے دلوں کی محبت روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے خلاصی، بخشش و احسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اس کی طرف سے ان کا صدور ہے'' (فتوح الغیب مترجم مقالہ ٦٢)

ایک اور مجلس میں فرماتے ہیں:

Idara Ghufran

’’ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، بس خدا تعالیٰ یہ ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے اس کا فعل تیرے اندر اور ساری مخلوقات کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا، جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں .... بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازے پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں کسی کو بھی اس کے اندر داخل نہیں ہونے دیتا اور اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہے‘‘ (الفتح الربانی مترجم مجلس ۱۳)

اس کے علاوہ حضرت نے تصنیف و تالیف کی راہ سے جو خدمت دین فرمائی اس سلسلہ کی اہم کڑی غنیۃ الطالبین (غنیۃ لطالبی طریق الحق) آپ کی معروف تصنیف ہے (بعض حضرات نے اس کتاب کا شیخ کی تالیف ہونے میں کچھ کلام کیا ہے) اس کتاب میں آپ نے ایک مسلمان کو بہت آسان انداز میں زندگی گذارنے کا اسلامی طریقہ سمجھایا ہے اور اسلام کے احکام پر چلنے کا جامع دستور فراہم کیا ہے شیخ چونکہ فقہی مذہب میں حنبلی تھے اس لئے احکام فقہ حنبلی کے مطابق تحریر فرمائے ہیں جو حنابلہ کے لئے مفید ہیں باقی اسلامی آداب بھی بہت اچھے انداز میں جمع فرمائے ہیں۔ اس کتاب کا اگر اس پس منظر میں جائزہ لیا جائے جو پانچویں اور چھٹی صدی میں حالات تھے تو اس کی صحیح اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس وقت اصحاب جدل ومناظرہ مناطقہ وفلاسفہ، باطنیین، زنادقہ وملحدین نے اسلام پر مشق ستم کرتے ہوئے اسے بازیچۂ اطفال بنایا ہوا تھا اور امت کو یہ طبقے عجیب بھول بھلیوں کی طرف لے جا رہے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے امت اور ان کے دین کی حفاظت اور اسلام کی نصرت کے لئے جن قدوسی ہستیوں کو لا کھڑا کیا ان میں جہاں ایک طرف امام غزالی کا بہت بڑا کام ہے کہ فلسفہ ومعقولی وکلامی مباحث کے دھاروں کے آگے بند باندھنے کا کارنامہ انہوں نے سرانجام دیا تو اس دور میں صوفیاء ہی کے گروہ میں شیخ کے بھی یہ تاریخ ساز کارنامے ہیں اور شیخ کو دیگر بہت سے معاصرین پر یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے خانقاہی سلسلہ قائم فرما کر مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے ایمانی شوق وولولہ اور حرکت وعمل پیدا کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے طریقہ پر ایمان وعمل اور اتباعِ شریعت کے لئے بیعت لے کر سابقہ غفلت

والی زندگیوں کا سارا نقشہ ہی ان کا بدل دیا، جدل ومناظرہ، کلامی مباحث اور قیل وقال سے دماغی اسلام تو پیدا ہو سکتا تھا لیکن قلب کی بجھی ہوئی انگیٹھی میں کوئی حرارت اور سوز وتپش تو نورِ نبوت سے، نبوت والے طریقے کی محنت سے، قلب میں عشقِ الٰہی کا شعلہ روشن کر کے اس شعلے سے دوسروں کے سینے روشن کرنے سے ہی آ سکتا تھا، یہی وہ امتیاز ہے جو حضرات صوفیاء کرام کو متکلمین اور دوسرے علماءِ ظاہر پر حاصل رہا ہے، امام غزالی کا فلسفہ وکلام سے لے کر مراقبات واشغال تک کے سفر کی جو روئیداد انہوں نے اپنی کتاب جو ''المنقذ من الضلال'' میں بیان فرمائی ہے اس میں یہی نکتہ اٹھایا ہے کہ کلامی مباحث عقل کو ساکت ولاجواب تو کر سکتے ہیں لیکن انشراح صدر اور اطمینان کلی اس راہ سے حاصل ہونا انتہائی نادر ہے، اس پیاس نے غزالی کو نظامیہ کی مسندِ ارشاد سے اٹھا کر بیابانوں کی خاک چھاننے اور حقیقت ومعرفت ومحبت کا راز پانے کے لئے سرگرداں کیا اور صوفیاء کے طریقے کا شیدا بنایا۔ بہر حال شیخ نے اس خانقاہی راہ سے تزکیہ کے ذریعے رجالِ کار تیار کر کے دین کے داعیوں اور نفوس واخلاق کے مربیوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی، آپ کے بعد آپ کے باصدق وصفا خلفاء اور متوسلین نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، اس طرح سلسلہ قادریہ کے نام سے تصوف کے مشہور سلاسل میں ایک مستقل سلسلہ وجود میں آیا جو آج تک جاری وساری ہے اور عرب وعجم میں عراق، یمن، ہندوستان، جاوا، ساٹرا (انڈونیشیا) اور افریقہ میں لاکھوں لوگوں کی ہدایت اور اصلاح وتربیت کا یہ سلسلہ گہوارہ بنا۔

وفات حسرت آیات

زمانہ دراز تک عالمِ اسلام کو اپنے کمالات ظاہری وباطنی سے مستفید کر کے، مسلمانوں میں رجوع الی اللہ اور روحانیت کا عمومی ذوق پیدا کر کے ۵٦١ھ میں ۹۰ رسال کی عمر میں شیخ نے وفات پائی۔

آپ کی وفات کے وقت کے حالات وکیفیات آپ کی سوانح میں محفوظ ہیں اسی طرح تحصیلِ علوم واخذ فیضِ باطن کے زمانے میں آپ کے مجاہدات وریاضیات جن سے گزرنا آپ جیسے کاملین ہی کے دل گردہ کی بات ہے یہ سب بھی تاریخ میں مذکور ہیں۔ من شاء فلیراجع الیہ

اللھم انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا منھم

واخذل من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منھم

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر — اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

پیارے بچو! محمد رضوان صاحب

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

ضدی بچہ

پیارے بچو...... یہ تب کی بات ہے جب ہاشم نام کا ایک بچہ آپ ہی کی عمر کے برابر تھا...... وہ کل تین بہن بھائی تھے قاسم سب سے بڑا تھا اور ہاشم سب سے چھوٹا...... درمیان میں ان کی ایک بہن عائشہ تھی...... دونوں بھائیوں کی عادتوں میں بہت فرق تھا...... ان کے ابو سرکاری ملازم تھے...... اُس دن ہاشم بھی بازار میں اپنے ابو کے ساتھ تھا اور برابر نئے جوتوں کے لئے ضد کر رہا تھا...... دراصل ان کے ابو مہینہ بھر کے گھر کا سودا سلف شروع مہینہ ہی میں لے لیا کرتے تھے، مہینہ بھر کے سودوں میں دالیں، چاول، چینی، آٹا، صابن اور مصالحے وغیرہ شامل ہوتے تھے اس لئے ان کے ابو اکثر ایسے موقع پر دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر آتے تھے تاکہ سب مل کر تھوڑا تھوڑا سودا اُٹھالیں اور یوں آسانی سے ایک ہی چکر میں سارا سودا آجاتا تھا...... ہاشم کے مزاج میں کچھ ذمہ داری کا احساس نہیں تھا جبکہ قاسم (شاید بڑا ہونے کی وجہ سے) کافی ذمہ داری سے گھر کے کاموں اور معاملات میں اپنے ابو امی کا ہاتھ بٹاتا تھا۔

اچھے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں وہ واقعی اچھا بچہ تھا......

بیٹا آپ کے پاس ابھی جوتے ہیں تو...... ہاشم کے ابو اُسے سمجھانے لگے...... دیکھو ابھی چند مہینے پہلے ہی تو آپ نے یہ جوتے لئے تھے، ابھی تو بالکل ثابت اور صحیح سالم ہیں اور پُرانے بھی نہیں لگتے، اور آپ کو یہ جوتے ابھی چھوٹے بھی تو نہیں ہوئے، بیٹا ابھی تو آپ ان جوتوں کو چلا سکتے ہو...... لیکن بازار سے گزرتے ہوئے جوتوں کی دکانوں پر رکھے نئے نئے جوتے بار بار ہاشم کے دل میں انہیں لے لینے کی خواہش پیدا کرتے رہے اور ہاشم سارا راستہ ابو کے ساتھ ضد کرتا رہا......

ہاشم دیکھو میرے جوتے تو آپ سے بھی پُرانے ہیں...... لیکن میں بھی تو انہیں استعمال کر رہا ہوں بھلا اس طرح بازار میں چیزیں دیکھ کر للچاتے تھوڑا ہی ہیں؟ ...... قاسم نے بھی اُسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا...... خُدا خُدا کرکے ابو نے سودا لیا اور گھر آئے......

قاسم کی ماماں! آئندہ سے ہاشم ہمارے ساتھ نہیں جایا کرے گا...... ابو نے گھر آتے ہی فیصلہ سُنا دیا...... یہ

باہر جا کر ضد کرتا ہے......لیکن آپ اکیلے کیسے سودا لائیں گے......امی نے کہا۔تو قاسم بولا......امی کوئی بات نہیں میں دو چکر لگا لیا کروں گا لیکن ہاشم کی ضد سے ابو کو واقعی تکلیف ہوتی ہے......

بیٹا بُری بات ہے ضد نہیں کرتے......اب امی نے ہاشم کو سمجھانا شروع کیا......دیکھو باہر جا کر کسی چیز کے لئے ضد نہیں کرتے بلکہ جو کچھ گھر سے ضروری چیزیں لینے جاتے ہیں صرف وہی لے کر آتے ہیں......

اچھا امی اب تو گھر پر ہیں اور دیکھیں میں ضد تو نہیں کر رہا اب مجھے بازار لے کر جایا کریں گے اور ابو سے کہیں کہ مجھے نئے جوتے ضرور لا دیں......ہاشم ضد اسی کو تو کہتے ہیں کہ بڑوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی بات پر جمے رہیں، یہ بُری بات ہوتی ہے دیکھو کہنا تو ایک بار کا ہوتا ہے اگر بڑے مان لیں تو ٹھیک ورنہ اگر منع کر دیں تو منع ہو جانا چاہئے، یوں بار بار کہنے ہی کو تو ضد کہتے ہیں اور یہ بُری بات ہوتی ہے اس سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔

امی اب تو ابو سے کہیں نا کہ مجھے نئے جوتے لا دیں......ہاشم نے پھر اصرار کیا تو اس کے ابو نے اس کی ضد سے تنگ آ کر اگلے مہینہ اُسے نئے جوتے لے دینے کا وعدہ کر لیا......اپنی ضد پوری ہوتے دیکھ کر ہاشم بھی چُپ ہو گیا......لیکن بھلا یہ کوئی ایک دفعہ کی بات تھوڑا ہی تھی، ہاشم اکثر ہی تو ضد کرتا تھا، کبھی کہتا میں نے یہ نہیں کھانا مجھے فلاں چیز بنا کر دیں، کبھی کہتا مجھے یہ نہیں پہننا مجھے فلاں چیز لا کر دیں تو کبھی کہیں جانے کے لئے ضد کرتا، اُس کی اسی قسم کی ضد کرنے والی عادتوں نے گھر میں اُس کا پیار کم کر رکھا تھا دونوں بہن بھائی بھی اُسے اکثر سمجھاتے رہتے لیکن نہ جانے کیوں اُس کی سمجھ میں بات ہی نہ آتی، یہاں تک کہ رشتہ دار اور دوسرے ملنے والے بھی اُس کی اس عادت کو جان گئے اور اُسے ناپسند کرنے لگے تھے......لیکن ہاشم کو تو جیسے بس اپنا آپ ہی دکھائی دیتا تھا اور اپنے دل کی خواہش کو روکنا تو اُس نے سیکھا ہی نہ تھا......آخر اگلے مہینے ابو نے اُسے نئے جوتے لے دیئے اب وہ اپنے نئے جوتوں میں بہت خوش تھا......اتفاق سے چند ہی دن بعد ملک بھر میں بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا......ایک دن ابو جب دفتر سے گھر واپس آئے اور جوتے اُتارنے لگے تو ہاشم بھی پاس ہی کھڑا تھا......ابو یہ آپ کی جُرابیں کیوں گیلی ہیں......کیا اس سخت سردی میں آپ جرابوں کے ساتھ ننگے پاؤں گیلے فرش پر چلتے ہیں......ہاشم اپنے ابو کی جُرابوں کو پانی سے بھیگا دیکھ کر بولا...... نہیں بیٹا یہ تو ایسے ہی بھیگ گئیں ہیں......ابو یہ کہہ کر فوراً وہاں سے اُٹھ گئے ہاشم کو بات سمجھ نہ آئی تو اُس نے اپنی امی سے یہی سوال کر دیا...... بیٹا......اس کی امی اسے سمجھانے کے سے انداز میں بولیں

......آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے ابو کے یہ جوتے چار سال پُرانے ہیں.....گھر میں صرف آپ ہی کے پاس دو جوتے ہیں......آپ کے ابو کے جوتے نیچے سے ٹوٹ گئے ہیں موچی نے سول تو لگایا تھا لیکن اب اُن میں کناروں اور سائیڈوں سے پانی آجاتا ہے......انہوں نے اپنے جوتوں کے لئے پیسے رکھے ہوئے تھے لیکن آپ کی ضد کی وجہ سے انہوں نے اپنے لئے جوتے نہیں لئے بلکہ آپ کو لے دیئے......تو امی وہ اپنے لئے بھی جوتے لے لیتے...... ہاشم افسردہ سا ہو کر بولا...... بیٹا......اس کی امی پھر سمجھانے لگیں......دیکھو خواہشیں تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتیں، آپ ایک خواہش کو پورا کریں تو دوسری دل میں پیدا ہو جاتی ہے یہ سلسلہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا لیکن پیسے تو صرف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ملتے ہیں ان سے ہماری ہر ضد اور ہر خواہش تھوڑا ہی پوری ہوسکتی ہے......اگر ہم اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ضد کریں تو پھر ایسا تو ہوتا ہی ہے کہ بعض لوگوں کو اپنی بعض ضرورتیں ان پر قربان کرنا پڑتی ہیں......اور آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات ناپسند ہے کہ آدمی اپنی ہر خواہش کے پورا کرنے کے لئے ضد کرتا رہے...... ہاشم کو اپنے ابو کی اس حالت پر اور اپنی اُس دن کی ضد پر دل ہی دل میں بہت دُکھ ہو رہا تھا......وہ دوڑتا ہوا ابو کے پاس گیا اور اُن سے لپٹ گیا......ابو مجھے معاف کر دیں......میری وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی......ابو آپ میرے یہ جوتے لے جائیں اور دکان والے انکل کو دے کر اپنے ناپ کے جوتے لے لیں......ابو کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے......ارے بیٹا ایسی کوئی بات نہیں اللہ میاں پھر جب پیسے دیں گے تو میں اپنے جوتے لے لوں گا......ابو مجھے معاف کر دیں، ہاشم واقعی اپنے پرانے رویہ پر شرمندہ تھا، ابو آئندہ میں کبھی کسی بات پر ضد نہیں کروں گا...... مجھے ایسا بچہ نہیں بننا کہ جس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہو...... مجھے اچھا بچہ بننا ہے قاسم بھائی کی طرح......

پیارے بچو...... ہاشم نے اُس دن کے بعد سے ضد کرنا بالکل چھوڑ دیا......اور یوں وہ سب کی نظروں میں پسندیدہ اور اچھا بچہ بن گیا......آپ بھی اگر یہ باتیں یاد رکھیں اور ان پر عمل کریں کہ جب بھی کسی بڑے کے ساتھ گھر سے باہر جانے لگیں تو جانے سے پہلے گھر ہی میں طے کر لیں کہ باہر جا کر کیا لینا ہے ورنہ باہر جا کر ضد کرنے سے انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور لوگ بھی ایسے بچے کو اچھا نہیں سمجھتے......اور دوسری بات یہ کہ اپنی چاہت کو پورا کرنے کی بجائے اپنے بڑوں کی چاہتکو پورا کرنے کی کوشش کیجئے ......پھر دیکھئے کہ گھر میں سب کی نظر میں آپ کی اہمیت اور آپ کا پیار کتنا بڑھتا ہے.........

بزمِ خواتین
محمد رضوان صاحب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنائیے (قسط ۵)

......حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، اور حضرت زید کو حضور ﷺ نے اپنا متبنّیٰ یعنی اپنا بیٹا بنا رکھا تھا، حضرت زید اور حضرت زینب کے آپس میں مزاج نہیں مل سکے، اس لئے علیٰحدگی اور طلاق کی نوبت آ گئی، جب حضرت زینب کی عدت گزر گئی تو حضور ﷺ نے حضرت زینب کو اپنے نکاح کا پیغام پہنچایا، پیغام ملنے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں استخارہ کرلیتی ہوں، اُدھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ کرنا شروع کیا اور اُدھر حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی، جس کی رُو سے خود اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح قرار دیدیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کا نازل ہونا ہی نکاح تھا، جب سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۷ نازل ہوئی تو آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے (الاستیعاب، الاصابہ) نکاح کے بعد جب رات گزر گئی تو اگلے دن حضور ﷺ نے ایک بکری ذبح فرما کر ولیمہ کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ولیمہ آپ ﷺ نے کسی بیوی کے نکاح پر نہیں کیا (صحیح مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ''اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا'' نے ولیمہ کے موقعہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حریرہ بنا کر ایک برتن میں بھیج دیا، اس ولیمہ میں تقریباً تین سو افراد نے شرکت کی اور کھانے میں عجیب غریب برکت ظاہر ہوئی (جمع الفوائد) (مأخذہ، سیرتِ سرورِ کونین ج ۲ ص ۳۳۴ تا ۳۳۸ ملخصاً)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اتنا عظیم الشان نکاح جو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر طے فرمادیا، کتنے سادہ انداز میں اس نکاح کے سب تقاضے پورے ہوگئے، منہ بولے بیٹے کی بیوی کو عرب کے لوگ حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح سمجھتے تھے اور اس سے نکاح کو بہت بڑا عیب سمجھتے تھے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عرب کے اس رواج کی کوئی پرواہ نہیں فرمائی، اور آج کل شادی بیاہ میں لوگوں کو خوش کرنے اور ان کی ناراضگی و ناگواری سے بچنے کے لئے سینکڑوں رسمیں پوری کی جاتی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کی کوئی پرواہ

نہیں کی جاتی ، حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ بہتر کسی اور بیوی کا ولیمہ نہیں فرمایا اور جو ولیمہ سب سے بہتر ہوا، اس میں بھی صرف ایک بکری ذبح کر دی گئی اور ایک خاتون نے حریرہ بنا کر بھیج دیا، اس کو بھی ولیمہ کا حصہ بنالیا گیا، آج کئی کئی قسم کے کھانے اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس میں عام طور پر اکثر لوگوں کا مقصد نام آوری اور اپنی ناک اونچی کرنا ہوتا ہے، اگر کوئی دوسرا تعلق دار ولیمہ پر اپنی طرف سے کھانا بنا کر بھیج دے تو اُسے اپنی ناک کٹوانا سمجھا جاتا ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ کا اہتمام خود فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ استخارہ خود کرنا چاہیئے اور استخارہ ضرور کر لینا چاہیئے، جیسے مرد استخارہ کرتے ہیں (جن میں دین داری ہوتی ہے) اسی طرح عورت کو استخارہ کرنا چاہیئے کہ مرد کی دینداری یا مالداری یا اور کسی صفت کو دیکھ کر جھٹ اسے منظور کر لینا مناسب نہیں ہے اس بارے میں اللہ سے استخارہ کر لینا چاہیئے بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ اس شخص سے نکاح کرنا خیر ہی خیر ہے لیکن اللہ سے استخارہ کر لینے میں نفع ہے کہ اللہ پوشیدہ اور آئندہ سب حالات کو جانتے ہیں، ممکن ہے کہ عورت اس مرد کی نیکی اور دینداری کی قدر نہ کر سکے بلکہ اس کو ستانے کا باعث بن کر خدائے قدوس کو اپنے سے ناراض کر لیوے، دیکھو آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا اور نہ ہوگا، لیکن پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام پہنچنے پر استخارہ کیا (سیرتِ سرورِ کونین ج۲ص ۳۳۶ و ۳۳۷)

مگر آج عام طور پر سارے بکھیڑے مشورے اور آراء جمع کر لی جاتی ہیں لیکن استخارہ نہیں کیا جاتا۔

۞ ......حضرتِ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کی ہی حیات میں انتقال ہو گیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے بیوہ تھیں اور کئی بچوں کی ماں بھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی عدت گزرنے کے بعد جب اپنے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا کہ اس وقت میرے سرپرستوں میں کوئی موجود نہیں ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سرپرستوں میں سے کوئی اس نکاح کو ناپسند کرنے والا بھی نہیں ہے، اس پر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے "عمر" سے کہا کہ اے عمر! اٹھو، میرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کردو، تو انہوں نے نکاح کر دیا (نسائی شریف)

نکاح ہو جانے کے بعد حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اسی حجرہ میں لے آئے جس میں حضرت

زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں، انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جَو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی موجود ہے، لہٰذا خود جَو پیسے اور چکنائی ڈال کر مالیدہ بنایا اور پہلے ہی دن آنحضرت ﷺ کو مالیدہ کھلایا جسے خود ہی بنایا تھا (اسد الغابہ، الاصابہ وغیرہ، بحوالہ سیرتِ سرورِ کونین ج ۲ ص ۳۲۳)

دیکھئے کتنی سادگی کے ساتھ حضور ﷺ کا جھٹ پٹ نکاح ہوگیا، کسی بھی رسم و رواج کا اہتمام نہیں کیا گیا یہاں تک کہ سرپرستوں اور بڑوں کی شرکت بھی ضروری نہیں سمجھی گئی اور اپنے بیٹے کے ذریعہ سے ہی نکاح کا ایجاب وقبول کرالیا گیا، اور نکاح کے بعد خود ہی بیوی نے اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر اپنے شوہر کو پیش کردیا، آج بیوی سے پہلے دن کھانا بنوانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسا رشتہ ہو کہ سرپرست اس کو ناپسند نہ کریں اور لڑکی کے کفو یعنی جوڑ کا نکاح ہو تو سرپرستوں کے بغیر بھی عورت کا نکاح ہوسکتا ہے اور عورت کا بیٹا اپنی والدہ کا نکاح کرسکتا ہے (جاری ہے……)

مَردوں اور خاص کر عورتوں کا تراویح کو سنت سمجھ کر چھوڑ دینا

آج کل بہت سے لوگ اور خاص کر عورتیں تراویح کی نماز نہیں پڑھتے، جو حضرات نماز، روزے کے پابند ہیں ان میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تراویح نہیں پڑھتے، اسی لئے عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور گھر جا کر بھی تراویح نہیں پڑھتے اور خواتین میں تو بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو سرے سے تراویح نہیں پڑھتی، اور اس کوتاہی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں تراویح کی نماز کی اہمیت نہیں ہے، عام طور پر تراویح کی نماز کو یہ کہہ کر نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ یہ کوئی فرض یا واجب عمل نہیں ہے، بلکہ ایک سنت عمل ہے، اگر اس کو چھوڑ بھی دیا تو کون سا نقصان کیا۔ حالانکہ یہ سوچ سراسر غلط ہے، یہ بات پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ تراویح کی نماز مَردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ موکدہ کا درجہ واجب کے بالکل قریب ہے، اس کو بلا عذر چھوڑنا قابلِ ملامت ہے اور اس کی عادت بنالینا سخت گناہ ہے، پھر تراویح جیسے اہم سنت عمل کی دل میں اہمیت نہ ہونا اور اس کو ایک ہلکا اور چھوٹا کام سمجھنا اس سے بھی زیادہ نقصان دہ اور ایمان کے خسارے کا باعث ہے (ماخوذ از: ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

سحری ختم کرنے اور فجر کی اذان کے بارے میں شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

سوال:...... آج کل بہت سی جگہ اذان صبح صادق ہونے سے پہلے ہی دے دی جاتی ہے اور بعض جگہ صبح صادق ہونے کے کچھ دیر بعد دی جاتی ہے اور بعض جگہ جنتری میں وقت دیکھ کر ٹھیک صبح صادق ہونے پر فوراً دے دی جاتی ہے اوراس طرح عام طور پر دس پندرہ منٹ یا کم وبیش وقت تک مختلف مسجدوں میں اذانوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ پہلی اذان کی آواز کان میں پڑتے ہی سحری کھانا چھوڑ دینا چاہئے خواہ وہ اذان صبح صادق سے پہلے ہورہی ہو، یااس کے بعد ہورہی ہو یا ٹھیک صبح صادق کے وقت پر ہورہی ہو، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اذانوں کا سلسلہ چلتا رہے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے خواہ اذان صبح صادق کے کتنی ہی دیر بعد کیوں نہ ہورہی ہو، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے محلّہ کی اذان کو سحری ختم کرنے کا معیار سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں شرعی حکم واضح کیا جائے؟ بعض لوگ حضورﷺ کے دور میں صبح صادق سے پہلے اذان ہونے کا حوالہ دیتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ مشکوٰۃ کے حوالے سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ اذان ہوتے ہوئے سحری کھانا جائز ہے، ان دونوں چیزوں کے بارے میں بھی وضاحت درکار ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:...... یہ بات ظاہر ہے کہ سحری ختم کرنے کا معیار پہلی یا بعد کی یا اپنے محلّہ کی اذان نہیں ہے بلکہ صبح صادق کا ہونا ہے اور یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے اتنا واضح ہے کہ اس بارے میں دو رائیں نہیں پائی جاتیں، تمام فقہائے امت اس بارے میں متفق ہیں کہ صبح صادق کے بعد سحری کھانا پینا جائز نہیں رہتا اوراس کی وجہ سے روزہ بھی صحیح نہیں ہوتا، بلکہ ضائع ہوجاتا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معارف القرآن ج۱ص۴۵۴ تا ۴۵۶، وتفسیر مظہری ج۱، فتاویٰ ہندیہ ج۱ص۵۳، بحرالرائق ج۱ص۱۶۲، اعلاء السنن ج۲ص۱۱۳، ۱۱۴، امداد الفتاویٰ ج۲ص۱۰۵، امداد الاحکام ج۲ص۱۰۹، احسن الفتاویٰ ج۲ص۲۹۰، ۲۹۱، خیر الفتاویٰ ج۴ص۷۰، آپ کے مسائل اوران کا حل ج۳ص۲۶۸)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۷ پ ۲) **ترجمہ:** اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح (صادق کی روشنی) کا متمیز ہوجاوے سیاہ خط سے (یعنی رات کی تاریکی سے) (سورہ بقرہ)

فائدہ: صبح کی سفیدی کا سفید خط رات کی تاریکی کے سیاہ خط سے متمیز ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ صبح صادق یقینی طور سے ثابت ہوجائے، یہ تفسیر خود آنحضرت ﷺ سے منقول ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ا ص ۳۵۷) اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہوجانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا، کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِ فاصل صبح صادق کا یقین ہے، صبح صادق کے ہوجانے کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا حرام اور روزے کو فاسد کرنے والا ہے، اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو، سحری کھانے میں وسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو، بہر حال قرآن کریم نے جو حد بندی فرمادی ہے وہ صبح صادق کا ہوجانا ہے اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا نصِ قرآن کی خلاف ورزی ہے اور نصِ قرآنی کی صریح مخالفت کو کون مسلمان برداشت کرسکتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ا ص ۴۵۴ تا ۴۵۶، و تفسیر مظہری ج ا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سحری ختم کرنے کا اصل معیار اور دارومدار صبح صادق ہونے پر ہے نہ کہ اذان یا کسی دوسری چیز پر، اور اذان تو دراصل فجر کی نماز کے لئے دی جاتی ہے نہ کہ سحری ختم کرنے کے لئے، یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک کے سحر وافطار کے جو نقشے اور جنتریاں شائع ہوتی ہیں ان میں بھی روزمرہ کے اعتبار سے ایک، آدھ منٹ کے فرق کے ساتھ پورے مہینہ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ اگر سحری کا معیار اذان ہوتی تو ان تمام جنتریوں میں خوامخواہ روزمرہ کی الگ الگ اتنی تفصیل لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اگر اذان ہی کو معیار قرار دینا ہے تو اس اذان کا معیار کیا ہوگا کیونکہ اذانوں کا سلسلہ بھی دیر تک چلتا رہتا ہے، غرضیکہ یہ طرزِ عمل شریعت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔

لہٰذا سحری کے ختم کرنے کی بنیاد صبح صادق کو بنانا چاہئے نہ کہ فجر کی اذان کو اور اس کا وقت عام طور پر جنتریوں میں لکھا ہوتا ہے، مستند کیلنڈر اور جنتریوں میں درج شدہ وقت کو اپنی گھڑیوں کے ساتھ ملا کر آسانی سے سحری ختم ہونے کا وقت معلوم کیا جاسکتا ہے، خصوصاً جبکہ گھڑیاں اور گھنٹے بھی گھر گھر میں موجود ہیں

اور جنتریاں اور سحر وافطار کے نقشہ بھی مفت میں آسانی سے حاصل ہو جاتے ہیں (مگر نہ جانے کیوں جانتے بوجھتے ہوئے لوگ نہ ان نقشوں کو دیکھتے اور نہ ہی گھڑیوں کی طرف توجہ کرتے، سوائے غفلت کے اور کیا وجہ ہوسکتی ہے؟) یہاں یہ بھی یاد رہے کہ فجر کی اذان مفتیٰ بہ قول کے مطابق صبح صادق سے پہلے جائز نہیں اور صبح صادق کے بعد سحری کھانا جائز نہیں لہٰذا اس کے لئے لوگوں کو اطلاع دینے کا یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر سحری بند کرنے کا اعلان کر دیا جائے، یا کسی جگہ سائرن وغیرہ بجایا جائے، پھر صبح صادق ہو جانے کے بعد فجر کی اذان دی جائے، تا کہ روزہ بھی اپنی جگہ صحیح ہو جائے اور فجر کی اذان بھی اپنے وقت پر ادا ہو۔ اور درمیان میں تھوڑا سا وقفہ بھی رکھا جائے ایک تو اس وجہ سے کہ سحری کچھ پہلے ختم کر دینے اور اذان بعد میں دینے میں احتیاط ہے کیونکہ بعض فقہائے کرام کی عبارت میں صبح کاذب (جس میں مشرق کی طرف سے اوپر کی طرف کو لمبائی میں روشنی ظاہر ہوتی ہے) اور صبح صادق (جس میں روشنی چوڑائی کی طرف پھیلنا شروع ہو جاتی ہے) کے درمیان اندھیرا چھا جانے کا ذکر موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری ختم کرنے اور صبح صادق کا حکم لگانے میں کچھ وقفہ ہونا چاہئے، دوسرے گھڑی اور نقشے میں تھوڑا بہت فرق ممکن ہے اور یہ بات مشکل بھی ہے کہ ایک ہی وقت میں سحری بھی ختم ہو رہی ہو اور اذان کا وقت بھی ہو رہا ہو کہ صبح صادق ہونے میں کچھ نہ کچھ وقت تو لگتا ہی ہے (جیسا کہ شامی میں وضاحت موجود ہے) لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سحری ختم کرنے اور فجر کی اذان میں کچھ فاصلہ ہو اور احتیاط بھی اسی میں ہے، یعنی احتیاطاً سحری کچھ پہلے ختم کر دی جائے اور فجر کے لئے اذان کچھ بعد میں دی جائے تا کہ دونوں عمل اپنے اپنے وقت میں غیر مشکوک طریقہ پر ادا ہو جائیں۔

بعض احادیث میں حضور ﷺ کے دور میں صبح صادق سے پہلے اذان ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بارے میں سمجھ لیجئے کہ اذان دراصل نماز کا وقت داخل ہونے اور نماز کی فرضیت کا اعلان ہے اور وقت داخل ہونے سے پہلے یہ اعلان بے کار ہے اس لئے کہ نہ ابھی وقت داخل ہوا اور نہ ہی نماز کی فرضیت ثابت ہوئی (کیونکہ نماز فرض ہونے کا سبب وقت کا داخل ہونا ہے) لہٰذا اذان وقت داخل ہونے سے پہلے دینا جائز نہیں (ہندیہ ج۱ص۵۳) جہاں تک حضور ﷺ کے دور میں صبح صادق سے پہلے اذان ہونے کا تعلق ہے

تو وہ اذان درحقیقت سونے والوں کو بیدار کرنے کے لئے ہوتی تھی کہ وہ اٹھ کر عبادت وتہجد وغیرہ میں مشغول ہوجائیں ، اوررات بھر عبادت کرنے والوں کو متوجہ کرنے کے لئے ہوتی تھی تا کہ وہ کچھ آرام کرلیں،تو یہ اذان فجر کے لئےنہیں ہوتی تھی بلکہ فجر کے لئے وقت داخل ہونے کے بعد دوبارہ دی جاتی تھی جس کا احادیث میں صاف ذکر موجود ہے،علاوہ ازیں بہت سے حضرات نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ تہجد کی اذان بھی اسلام کے ابتدائی دور میں تھی بعد میں یہ بھی منسوخ ہوگئی تھی (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو''عمدۃ القاری شرح بخاری'' ج ۵ص۱۳۴،''شرح معانی الاٰ ثار'' ج ا ص ۶۹ ،''اعلاء السنن'' ج ۲ص ۱۱۳ تا ۱۱۵،''البحر الرائق'' ج اص ۲۶۲ تا ۲۶۳ ودرس ترمذی ج اص ۴۷۱) بل الظاہران اذان بلال بلیل کان لارجاع القائمین وایقاظ النائمین فھو ذکر بصورۃ الاذان فافھم فان الامر ممایعرف وینکر (حاشیہ تعلیق المجد)

جولوگ مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں اُس کے الفاظ یہ ہیں'' اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ اَحَدُکُمْ وَالْاِنَـآءُ فِیْ یَدِہٖ فَـلَایَضَعُہٗ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَـہٗ مِنْہُ '' (مشکوٰۃ ص۱۷۵ کتاب الصوم بحوالہ ابوداؤد) کہ ''جب تم میں سے کوئی نداء سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہوتو اس برتن کواس وقت تک نہ رکھے جب تک کہ اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرلے''

اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ اذان ہوتی رہنے پرسحری کھاتے رہنا جائز ہے خواہ اذان صبح صادق کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔اس بارے میں عرض ہے کہ اول تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں ملاحظہ ہو علل الحدیث ج اص ۲۵۶) اوراگراس کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی اس کے یہ معنٰی مراد لینا جو ان لوگوں نے سمجھے ہیں غلط ہیں کیونکہ یہ معنٰی مراد لینا قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کی انتہاء صبح صادق پر ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنٰی آج تک کسی محدث یا فقیہ نے مرادنہیں لئے ، یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس حدیث میں نہ تو سحری کا ذکر ہے، نہ ہی فجر کی اذان کا ذکر ہے اور نہ ہی رمضان کا ذکر ہے اور نہ ہی صاف طور پر اذان کا لفظ موجود ہے بلکہ ''نداء'' کا لفظ ہے،اب اس وسیع مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس حدیث کے جو صحیح مطالب بیان فرمائے گئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......اس حدیث کا روزے سے کوئی تعلق نہیں ، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ جب کھانے پینے کی کوئی چیز ہاتھ میں ہواوراس حال میں اذان ہوجائے تو وہ چیز کھاپی لے، اذان سننے یا اس کا جواب دینے کے لئے فوراً وہ کھانا پینا چھوڑنا ضروری نہیں ، بلکہ اس کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

(۲)......حدیث میں ''نداء'' کا لفظ ہے اذان کا نہیں جس سے اقامت (یعنی جماعت کھڑی ہونے کی تکبیر) بھی مراد ہوسکتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی پانی وغیرہ پی رہا ہو اور اس حال میں اقامت شروع ہوجائے تو پانی وغیرہ پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، فوراً وہ پانی وغیرہ چھوڑنا ضروری نہیں۔

(۳)...... یہ دراصل افطار سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان ہوجائے اور وہ افطار کررہا ہو تو اس کا جواب دینے کے لئے افطار موقوف نہ کرے (یہ بالکل بے غبار توجیہ ہے)

(۴)...... یہ اس صورت میں ہے کہ جب روزہ دار کو معلوم ہو کہ اذان ہی صبح صادق سے پہلے ہورہی ہے (جیسا کہ آج کل ہورہی ہوتی ہے) تو وہ سحری میں کھانا پینا جاری رکھ سکتا ہے، کیونکہ سحری کا تعلق صبح صادق سے ہے نہ کہ اذان سے (جیسا کہ تفصیل سے پیچھے گزر چکا ہے)

(۵)......اس حدیث میں وہ اذان مراد ہے جو حضور ﷺ کے دور میں تہجد کے لئے دی جاتی تھی (اور اس کا تفصیلی جواب پہلے گزر چکا ہے) (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو'' حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۵، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵۴، بذل المجہود شرح ابوداؤد ج ۴ ص ۱۴۰ کتاب الصوم و احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۵۳ تا ۴۵۴)

محمد رضوان ۲۴/ ۸/ ۱۴۲۶ھ، دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

چند دن تراویح پڑھ کر چھوڑ دینا

بعض لوگ رمضان کے چند دن تراویح کا اہتمام کرتے ہیں لیکن پھر نہیں کرتے، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ مسجدوں میں رمضان کے شروع دنوں میں تراویح کی نماز کے لئے جو حاضری ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوجاتی ہے اور آخری دنوں میں تو بہت ہی تھوڑی مقدار رہ جاتی ہے اور ۲۹ ویں رات میں تو لوگ زیادہ تر بازاروں میں گھوم پھر کر تراویح کا وقت برباد کردیتے ہیں، یہ طرزِ عمل بھی بالکل غلط ہے، رمضان کے پورے مہینے میں ہر رات تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ ہر دن کی نمازوں کے ساتھ سنتیں ہیں اور ایک دن سنت پڑھنے سے اگلے دن یا دوسرے دنوں کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی اسی طرح رمضان کی ہر رات تراویح کے سنت ہونے کا معاملہ ہے، رمضان کے ایک بابرکت مہینہ میں بھی پابندی کے ساتھ تراویح کا اہتمام نہ کرنا کتنے بڑے نقصان کی بات ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ محمد رضوان صاحب

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سنت اعتکاف میں کسی کام کے لئے باہر نکلنے کی نیت کا مسئلہ

بہت سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف میں اگر کوئی شروع سے ہی بعض چیزوں کے لئے اعتکاف گاہ سے نکلنے کی نیت کرلے تو ایسی صورت میں اس کو ان امور کے لئے نکلنا جائز ہوجاتا ہے اور اس کا مسنون اعتکاف بھی درست ہوجاتا ہے۔

اس سلسلہ میں جو اکابرین واہلِ علم حضرات کی جانب سے تحقیق کی گئی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

❁ ......حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وھل اذاشرط مثل ذالک فی الاعتکاف المسنون تتأدی به سنة الاعتکاف لم ارہٗ صریحاً والظاھر لاویصیر اعتکافہٗ نفلالانہٗ ﷺ کان لایخرج الالحاجة الانسان ولایشترط الخروج لغیرھافھذاھو السنة واللّٰہ تعالیٰ اعلم(احکام القرآن ج ا ص ۲۷۳)

❁ ......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اعتکاف کی نذر میں نمازِ جنازہ ،عیادتِ مریض اور مجلسِ علم میں حاضری کے لئے خروج کا استثناء صحیح ہے اور نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو صرف دل کی نیت کافی نہیں مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہوجائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو اس میں نکلنا مفسِد ہے (احسن الفتاویٰ ج۴ص۵۰۹)

❁ ......فتاویٰ محمودیہ میں سوال کیا گیا کہ:

زید رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکافِ مسنون کرتا ہے اگر اعتکاف کرنے سے قبل یہ نیت کرلے کہ رمضان کی فلاں تاریخ کو ایک روز یا ایک شب کے لئے باہر سفر میں جاؤں گا اور جائے اعتکاف سے نکلوں گا تو کیا اس صورت میں اعتکافِ مسنون ادا ہوجائے

گا؟ اور اعتکاف سے باہر نکلنا جائز ہوگا یا نہیں؟

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

اس طرح اعتکافِ مسنون ادا نہیں ہوگا، اور باہر نکلنے سے اعتکاف باقی نہیں رہے گا (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۱۵۵)

❁ ......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کے تے وقت ہی یہ شرط کر لی تھی کہ اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ میں شرکت یا کسی علمی و دینی مجلس میں شامل ہونے کے لئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہو جائے گا، مسنون نہ رہے گا، اس مسئلے کی تفصیل ضمیمے میں ملاحظہ فرمایئے (احکامِ اعتکاف ص ۴۳)

❁ ......نیز صفحہ ۶۷ پر اس مسئلہ کی تحقیق کے ضمن میں ہے:

اور چونکہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا کوئی استثناء ثابت نہیں ہے، اس لئے اعتکافِ مسنون میں صحتِ استثناء کے لئے دلیل مستقل چاہئے جو مفقود ہے۔ لہٰذا اعتکاف کو علی الوجہ المسنون ادا کرنے کے لئے استثناء کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکافِ مسنون شروع کرتے وقت یہ نیت کرلے تو پھر اس کا اعتکاف مسنون نہ رہے گا، بلکہ نفلی بن جائے گا، اور جتنی دیر مسجد سے باہر رہے گا اتنی دیر اعتکاف شمار نہیں ہوگا، لیکن چونکہ شروع ہی میں نیت مسنون کے بجائے نفلی اعتکاف کی ہو گئی تھی، اس لئے نکلنے سے قضا بھی واجب نہیں ہوگی۔

❁ ......مولانا مفتی محمد ارشاد قاسمی صاحب (انڈیا) لکھتے ہیں:

بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ عشرۂ اخیرہ میں بھی اگر کوئی قید لگا لے کہ میں فلاں وقت فلاں کام سے نکلوں گا تو اس کی اجازت ہوگی اور اس کا نکلنا درست ہوگا اس سے اعتکاف پر کوئی اثر نہ پڑے گا، تحقیقی نقطۂ نگاہ سے یہ درست نہیں، اعتکاف مسنون جو منجانبِ الشارع ہے اس کو قیاس کرنا منذور پر جو ایجابِ عبد بندے کے واجب کرنے سے ہے، درست نہیں۔

ایجابِ عبد میں بندہ کو اس طریق وکیفیت میں اختیار رہے گا اور جو سنت سے ثابت ہے اس میں سنت ہی کی رعایت کی جائے گی اور اس قسم کا استثناء سنت وحدیث سے ثابت نہیں ہے لہٰذا علی وجہ السنۃ ادا کرنے کے لئے علی طریق السنہ ہونا چاہئے۔ پس علی طریق السنہ ادا کرنے کے لئے استثناء کی گنجائش نہیں سمجھ میں آتی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس قسم کا استثناء کرے گا کہ میں فلاں کام مثلاً تراویح پڑھنے سننے یا پڑھانے کے لئے نکلوں گا تو یہ اعتکاف نفلی ہوجائے گا۔ خیال رہے کہ یہاں قضاء خروج سے واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ شروع وقتِ انعقاد سے نفلی ہے اور نفل میں قضاء نہیں (آداب الاعتکاف ص۱۱۹و۱۲۰)

❀ ......مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

لیکن سنت اعتکاف میں ایسا استثناء جائز نہیں (مسائل بہشتی زیور حصہ اول ص۳۹۴)

البتہ فقہی رسائل مصنفہ مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم میں ایک استفتاء اور اس کا جواب جو تحریر کیا گیا ہے اس میں اس طرح کی نیت کر لینے اور نکلنے کے بعد اعتکاف کی قضا کرنے کا بھی حکم لگایا گیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لیکن جہاں تک رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکافِ مسنون کا تعلق ہے تو اس میں ان کاموں کو مستثنیٰ کرنے اور مستثنیٰ کرنے کی صورت میں ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کے جواز کی کتبِ فقہیہ میں کوئی تصریح نہیں ملتی، اس لئے اگر کوئی اعتکافِ مسنون میں اس قسم کا استثناء کرلے تو وہ اعتکاف مسنون نہیں رہے گا بلکہ نفل ہوجائے گا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کسی نے رمضان کے اعتکافِ مسنون میں دوسری جگہ قرآن پاک سننے کے لئے جانے کا التزام کیا ہے تو جانے کے دن سے اس کا اعتکاف مسنون ٹوٹ گیا جس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اسی دن کے اعتکافِ مسنون کی قضا نفلی روزے کے ساتھ کرلے۔

(فقہی رسائل ج۲ص۵۷تا۶۱)

محمد رضوان، ۲۴/شعبان/۱۴۲۶ھ ادارہ غفران چاہ سلطان، راولپنڈی

عبرت کدہ محمد امجد حسین صاحب

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۷)

یہ پہلی صدی ہجری کا آخری عشرہ ہے، بنوامیہ کی سیادت وقیادت اپنے عروج کے دور سے گزر رہی ہے، دمشق کے تختِ خلافت پر دولتِ امویہ کے مردِ آہن اور دوسرے بانی عبدالملک بن مروان کا پہلوٹھا شہزادہ ولید بن عبدالملک [۱] (۸۶ھ تا ۹۶ھ) براجمان ہے، عبدالملک اپنے زمانۂ خلافت (رمضان ۶۵ھ تا شوال ۸۶ھ) میں تمام مخالف طاقتوں اور اندرونی شورشوں وبغاوتوں کا قلع قمع کرکے میدان بالکل صاف کرگیا ہے، اموی سلطنت پر دور دور تک ضعف واضمحلال اور کمزوری وانحطاط کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، اسلامی حکومت کا دائرہ امت مسلمہ کے یگانہ وفرزانہ سپوتوں اور شیر دل پرستارانِ توحید کے ہاتھوں ایشیا، افریقہ اور یورپ تینوں معلوم ومعمور براعظموں میں دور دور تک وسیع ہو چکا ہے، پرچمِ اسلام مشرق ومغرب پر سایہ افگن ہے، بارگاہِ خلافت میں مختلف ممالک کے سفراء اور وفود کی آمد ورفت کا تانتا بندھا ہوا ہے، سراندیپ کا مسلمانوں کا قدردان راجہ (بلکہ خود بھی مسلمان؟) اس دوڑ میں کسی سے پیچھے کیوں رہتا؟ اسلامی خلافت سے باقاعدہ ربط وتعلق پیدا کرنے کے لئے اس نے بھی کئی جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑہ تشکیل دیکر سفارت تیار کی، جس میں علاوہ تحفہ تحائف کے مسلمان بچے اور خواتین (جو دیارِ غیر میں فوت ہونے والے مسلمانوں کے لواحقین تھے) اور کچھ حجاج بھی شریکِ سفر تھے، بحیرۂ عرب میں محوِ سفر اس بحری سفارت کو سندھ کے ساحل پر دیبل کے قریب سندھی قزاقوں نے لوٹ کر یہ بیڑہ پار نہ ہونے دیا

---

[۱] ولید عبدالملک کے سولہ بیٹوں میں سب سے بڑا تھا، ولید کے علاوہ عبدالملک کے تین اور بیٹے خلیفہ ہوئے، سلیمان، یزید اور ہشام، ولید اور سلیمان عمر بن عبدالعزیز سے پہلے ہوئے جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور یزید وشام ان کے بعد ہوئے، ولید علم وفن سے بیگانہ وناآشنا تھا، حتیٰ کہ اس کی عربی زباندانی تک صحیح اور فصیح نہ تھی، عبدالملک نے اس کی تعلیم میں بہت کوشش صرف کی، لیکن آخر مایوس ہوگیا، قدرت کی نیرنگی دیکھئے کہ علم سے بیگانہ ولید جہانبانی اور قیادت کے تمام اوصاف میں کمال کو پہنچا ہوا تھا اور بنوامیہ کے کامیاب ترین خلفاء میں اس کا شمار ہوتا ہے، عبدالملک نے تمام شورشوں اور بدامنیوں کو مٹا کر سلطنت میں استحکام اور علاقوں میں امن وامان قائم کردیا تھا، اس لئے ولید کو پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ بیرونی فتوحات اور ملک کی تعمیر وترقی کا موقعہ ملا، نجی زندگی میں بھی ولید متدین، صوم وصلوٰۃ کا پابند اور قرآن مجید کی تلاوت کا گہرا شغف رکھتا تھا، بعض مؤرخین کی روایت ہے کہ روزانہ ایک قرآن ختم کرتا تھا (ذہبی)

اوراس طرح انہوں نے درحقیقت اپنی سلطنت کا بیڑہ غرق کرنے کا سامان کردیا۔سندھ کی یہ ناعاقبت اندیش بت پرست سلطنت اسلامی حکومت کی ناک کے نیچے رہتے ہوئے بھی مسلمانوں کے لئے ناک کا بال بنی ہوئی تھی،اس کی سرکشی وہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ دریامیں رہ کرمگر مچھ سے ویررکھتی تھی اوراپنی ناک پرمکھی بھی نہ بیٹھنے دیتی تھی،بعض انتہائی نازک موقعوں پراس خودسرراجدھانی نےمکران،کرمان کے مسلمان حاکموں کی پیٹھ میں چُھرا گھونپا،ان کی خودسری یہاں تک پہنچی کہ حجاج بن یوسف ثقفی گورنرِعراقین جیسے خودسر کابھی سندھی راج کے ہاتھوں ناک میں دم ہوا کیونکہ اس کے باغیوں کےجتھوں کے جتھے یہاں پناہ لئے ہوئے تھے،حالانکہ حجاج تووہ شخص تھا جس کی جفا کیشیوں کے ہاتھوں ہزاروں اخیارِامت اور لاکھوں اہلِ عراق کادم ناک میں اورآبروخاک میں تھی،بحری سفارتی مہم کےلوٹے جانے کی خبرحجاج کے پاس عراق پہنچی اورقبیلہ یربوع کی اس شریکِ قافلہ عورت کی فریادبھی جس نے قزاقوں کی غارتگری کے وقت اغثنی یاحجاج !کی دہائی دی تھی،حجاج نےاس دُہائی کی اطلاع پاکرکہا''لبیک''ہاں میں آیا۔اس اندوہناک واقعہ پرحجاج تلملااُٹھااس نےفوراًراجہ داہرکویہ خط لکھا:

> ''آپ کے سرداروں نے بے گناہ مردوں ،عورتوں اوربچوں کوگرفتاراور جہازوں پرمع تحائف واموال قبضہ کرلیاہے،جہازمع سامان ہمارے پاس بھجوادیجئے اوربے گناہوں کو آزادکر کےاپنے سرداروں کوسزادیجئے''

یہ معقول وشریفانہ خط راجہ داہرکے پاس پہنچاتواس نے نہایت ڈھٹائی اورلاپرواہی سے یہ جواب دیاکہ جہازوں کےلوٹنے والوں پرہمارابس نہیں چلتا،تم خودآکران سےاپنے قیدی چھڑالو،جبکہ واقعہ یہ تھا کہ وہ قیدی دارالسلطنت''الور''کےقیدخانے میں بند تھے،چنانچہ بعدمیں راجہ داہرکےمارے جانے پراس کے وزیرسیؔاگرنے جس نے کمال مآل اندیشی سے ان قیدیوں کواپنی حفاظت میں رکھاتھا،اب شکست کھانے پرابنِ قاسم سےخفیہ نامہ وپیام کرکےجان کی امان کاعہدلےکریہ قیدی لاکرپیش کئے۔[۱]

داہرکےاس روکھےاورتیکھے جواب پرحجاج خون کےگھونٹ پی کررہ گیا،چنانچہ اس کے بعداس نےفوری

---

[۱] مؤرخ ابوالقاسم فرشتہ نے راجہ داہرکا حجاج کوجوجواب نقل کیاہےاس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کام ایک ایسی قوم نے کیاہے جوشان وشوکت والی ہےاورکسی کوشش کے ذریعے اس گروہ کادفع کرناممکن نہیں،مؤرخ اسلام اکبرشاہ خان مرحوم نےاس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ یہ داہرکی جانب سے کھلاچیلنج تھا کہ لویہ کام ہمارے باجبروت لوگوں نے کیاہےتم ہماراکیابگاڑلوگے،کوئی ہم سےٹکرنہیں لےسکتا،نیز جہاز کےلوٹنے کے بارے بھی ان کی رائے یہ ہے کہ یہ کام بحری ڈاکوؤں نےنہیں خودداہرکے کارندوں نے کیاتھا،اورجہازسمندری طوفان کی وجہ سےساحل دیبل کی طرف بھٹک کرآگئے تھے۔

کارروائی یہ کی کہ عبیداللہ بن نبہان کے زیرِ کمان ایک فوج روانہ کی جو دیبل پہنچ کر معرکہ آراء ہوگئی، عبیداللہ ایک بہادر شخص تھے، لیکن تدبر کی ان میں کمی تھی جس کے نتیجے میں وہ میدان جنگ میں کام آ گئے اور مسلمانوں کو ناکامی ہوئی، حجاج کو جب یہ افسوسناک خبر پہنچی تو اس نے فوراً بدیل بن طہفہ بجلی کے نام فرمان بھیجا جو اس وقت عمان میں تھے کہ تم سندھ کے لشکر کی کمان سنبھالو اور اس کے ساتھ ہی مکران کے حاکم محمد بن ہارون کے نام حجاج کا فرمان پہنچا کہ تین ہزار فوج تیار رکھو جو بدیل کے ساتھ مل کر جنگ آزما ہوگی۔

عمان (مسقط) سے سندھ قریب ترین بحری مسافت پر تھا مگر بدیل اس راستہ کی بجائے خلیج فارس طے کر کے ایران پہنچے اور وہاں سے خشکی کے راستہ مکران (بلوچستان) آئے، بظاہر یہ طویل مسافت محمد بن ہارون کے لشکر کو وصول کرنے کے لئے طے کی گئی، بدیل اپنے مختصر سے دستے اور کرمان کے اس لشکر کو ساتھ لے کر دیبل [1] پہنچے، یہاں دشمن کی فوجوں سے سخت جنگ ہوئی، شومئی قسمت دیکھئے کہ یہ جنگ بھی بدیل کی شہادت اور اسلامی لشکر کی شکست پر منتج ہوئی اور اس معرکہ میں دشمن کے لشکر کے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ بدھ مت کے حامل تھے، عربوں کی متواتر دو جنگوں میں شکست کے باوجود اہلِ سندھ بہت مرعوب تھے، چنانچہ نیرون (سندھ کی ایک ریاست) کے لوگ سر جوڑ کے بیٹھے کہ ضرور عرب اس کا انتقام لیں گے اس لئے پہلے ہی صلح کرلو تاکہ شہر بربادی سے محفوظ رہ جائے، نیرون کے بدھسٹ حاکم نے حجاج کے پاس وفد بھیجا اور جزیہ دے کر اطاعت قبول کرنے کی شرط پر امان کا طالب ہوا۔ حجاج نے بخوشی اس کو امان نامہ لکھ کر دیا جو بعد میں سندھ پر لشکر کشی کے وقت ان کے کام آیا اور انہوں نے امان پائی۔

اب حجاج نے پوری تیاری کے ساتھ بہت بڑا لشکر بھیج کر سندھ پر یورش کرنے کا عزم کیا لیکن اس قدر اہم کام خلیفہ کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا تھا، اس لئے اس نے دربارِ خلافت میں ولید کے پاس سندھ پر لشکر کشی کے لئے عرضداشت پیش کی مگر خلیفہ نے کثیر اخراجات کے خیال سے اجازت نہیں دی اس پر

---

[1] دیبل عربی تلفظ ہے، سندھی تلفظ اس کا دیول تھا جو کہ تیرتھ گاہ، عبادت خانہ وغیرہ کے لئے بولا جاتا تھا، اس شہر میں بدھ مت والوں کا بہت بڑا دیول (بت خانہ) تھا، جس میں بے شمار مورتیاں تھیں، ایک بہت بڑی مورتی نہایت مشہور وممتاز تھی، جو کہ مہاتما بدھ کی مورت تھی، کیونکہ مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ اس بت کا نام بدھ تھا، یہ دیبل مغربی سندھ کا اس وقت اہم ترین ساحلی شہر تھا، اس کا محلِ وقوع کراچی کے قریب ہے اور یہ ٹھٹھہ کا علاقہ بنتا ہے (تاریخِ سندھ)

Idara Ghufran

خلیفہ نے اجازت دیدی [۱]۔

حجاج نے تمام امور ملحوظ رکھ کر ایک فوج تیار کی اور اس کی کمان کے لئے اپنے سترہ سالہ چچیرے بھائی (یا بھتیجے، باختلافِ روایات) محمد بن قاسم کا انتخاب کیا جو صوبہ فارس کا حاکم تھا اور کسی مہم کے سلسلے میں رَےّ جانے کا حکم پا چکا تھا، وہ اسی تیاری میں تھا کہ حجاج کا فرمان رَےّ کا سفر ملتوی کر کے سندھ کی فوج کی کمان سنبھالنے کا ملا، محمد بن قاسم حجاج کی جانب سے لشکر آنے کے انتظار میں شیراز (ایران) میں خیمہ زن رہا، حجاج نے سندھ کی اس مہم کے لئے چھ ہزار قابلِ وثوق و جان سپار اور اطاعت شعار شامی نوجوانوں کی فوج شیراز ابنِ قاسم کے پاس بھیجی، اب قبل اس کے کہ ہمارا فاتح لشکر ہمارے محبوب جرنیل کی قیادت میں سندھ کی طرف کوچ کرے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے جرنیل کے ہم عصر چند دیگر جرنیلوں سے بھی متعارف ہوں جو خلیفہ ولید کی خوش بختی کا نشان، امت کے ناموس کے محافظ، ملت کے تقدس کے پشتیبان اور اسلام کی عظمت و حرمت کے ربانی ترجمان تھے، جنہوں نے فراعنہ و نمارِدۂ وقت کے تاج اچھالے اور ملکوں کے جغرافیے تبدیل کئے اور دُکھی انسانیت کو ادیانِ باطلہ کی تاریکیوں اور دورِ استبداد کے جور و جبر سے نکال کر اسلام کی آفاقی تعلیمات سے روشناس کرا کے آدمی کے شرفِ انسانیت کو بحال کیا۔

یہ نامور مسلم فاتحین قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، اور اس کے غلام طارق بن زیاد، اور مسلمہ بن عبد الملک ہیں، جنہوں نے اسلامی سلطنت کے ڈانڈے چین سے یورپ تک ملا دیے، خلیفہ ولید کی خوش قسمتی دیکھئے کہ ابنِ قاسم سمیت یہ سب عظیم جرنیل اس کے مختصر دس سالہ دور میں ہوئے اور صفحۂ گیتی پر اسلام کی عظمت و آفاقیت کی سنہری تاریخ رقم کر گئے۔

ان چاروں جرنیلوں کے کارنامے تفصیل سے تو تاریخ میں ہی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں ہم یہاں موقعہ کی مناسبت سے شہادتِ حق کے طور پر ان کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔

---

[۱] شیخ محمد اکرام نے آبِ کوثر میں پروفیسر محمد حبیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اموی حکومت کی نسبت باقی امور میں خواہ ہماری کوئی بھی رائے ہو لیکن اسلام کی توسیع میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد کسی نے اتنا حصہ نہیں لیا جتنا اموی خلیفہ ولید نے اور اس کے عراقی گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے لیا، حجاج کی سیاہ کاریوں اور مظالم کی یاد اسلامی ذہن پہ ایک ہیبت ناک خواب کی طرح مسلط ہے، لیکن حجاج سے اگر ایک طرف لوگ نالاں تھے تو دوسری طرف اس کی تابعداری بھی بلا چون و چرا کرتے تھے (جو اسلامی اجتماعت اور انتظامِ حکومت کے لئے ضروری امر ہے) حجاج کے خراسان کا گورنر (یعنی عراق کا حاکم جو پورے خراسان اور مشرقی ممالک کا بھی نگران ہوتا تھا) مقرر ہونے سے مشرق میں اسلام کی دوسری بڑی توسیع کا آغاز ہوا، خلیفۂ ثانی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایران، فارس کو دائرۂ اسلام میں لائے تھے تو حجاج کی بدولت پورا ترکستان و سندھ چین تک زیرِ نگین ہو کر ترک و تاتار اسلام کے دائرہ میں آ گئے۔

قتیبہ بن مسلم

۸۶ھ میں حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان، افغانستان کا والی مقرر کیا، اسی سال قتیبہ نے دریائے جیحوں [۱] پار کر کے ترکستان پر فوج کشی کی، یہاں قتیبہ نے قلیل عرصہ میں ہر طرف فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیے کاشان، فرغانہ، بیغر، بیکند، سغد، سمرقند، بخارا، خوارزم سب ولایتیں اور ریاستیں ایک ایک کر کے قتیبہ کی یلغار اور للکار سے سرنگوں ہوتی چلی گئیں، دوسری طرف، طالقان، جوزجان، فاریاب، بادغیس، بلخ، اور مرو وغیرہ ولایتیں جو پھر باغی ہوگئی تھیں، قتیبہ نے ایک ایک پر یلغار کر کے ازسرِ نو ان کو تابع کیا۔ ۸۸ھ میں ایک مہم سے واپسی پر خاقانِ چین کا بھتیجا دو لاکھ فرغانیوں اور سغدیوں کے لشکرِ جرّار کے ساتھ مقابلہ پر آیا، قتیبہ نے مسلمانوں کی قلت تعداد کے باوجود دو لاکھ کی اس ٹڈی دل کو شکستِ فاش سے دوچار کیا، ۹۴ھ میں قتیبہ فرغانہ کا دارالسلطنت کاشان فتح کر کے ترکستان و چین کی سرحد استیجاب تک پہنچ گیا، خاقانِ چین نے اہلِ سمرقند کی مدد کی تھی اور اس کے بیٹے نے باقاعدہ جنگ کی تھی اس لئے ۹۶ھ میں قتیبہ نے بڑے اہتمام سے چین پر لشکر کشی کی تیاری کی، فرغانہ سے کاشغر (چین کا صوبہ) تک کا راستہ درست کرا کر قتیبہ نے لشکر چین روانہ کیا، یہ لشکر کاشغر فتح کرتا ہوا چین کے اندر تک بڑھتا چلا گیا، خاقانِ چین نے مذاکرات کے لئے اسلامی سفارت کا تقاضا کیا، قتیبہ نے ہبیرہ بن مشرح کی سیادت میں دس سنجیدہ و تجربہ کار مسلمانوں کا وفد بنا کر بھیجا، خاقان نے کئی پینترے بدلے لیکن آخرکار اسے باجگزاری اور جزیہ دینے پر آمادہ ہونا پڑا، قتیبہ کا مقصد بھی چین کو فتح کرنا نہ تھا بلکہ خاقانِ چین کے خطرہ کا انسداد اور اس کی سازشوں کی روک تھام تھا، اس کے جزیہ پر آمادہ ہونے سے یہ مقصد حاصل ہوگیا، لہٰذا قتیبہ نے جزیہ قبول کر کے فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد

اس زمانہ میں دوسری طرف مغرب (یورپ) میں بھی فوجی مہمات جاری رہیں، موسیٰ بن نصیر نے طارق

---

[۱] دریائے جیحوں جو آج دریائے آمو کہلاتا ہے، کل کے خراسان و ترکستان اور آج کے افغانستان و وسطی ایشیا میں حدِ فاصل ہے، وسطی ایشیا کا یہ وسیع و عریض خطہ جو ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، آزربائجان، کرغیزستان، شیشان وغیرہ میں آج منقسم ہے، اسلام کی گزشتہ تاریخ میں یہ خطہ ترکستان اور ماوراء النہر کے نام سے موسوم ہے، اس کے بعض حصے تو عہدِ خلافتِ راشدہ میں ہی فتح ہوگئے تھے، جیسے آرمینیا، شیشان، آزربائیجان، باقی سارا ترکستان قتیبہ کی ترکتازیوں سے اسلام کی جھولی میں آ گرا، اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے احیاء و بقا اور اشاعت و حفاظت میں اس خطہ ماوراء النہر خصوصاً سمرقند و بخارا کے علمی گہواروں کا بہت بڑا کردار ہے۔

بن زیاد اپنے غلام کو فوجی مہم دے کر اندلس (ہسپانیہ موجودہ اسپین) روانہ کیا، طارق بن زیاد نے قلیل عرصہ میں اندلس سے عیسائی سلطنت کا قلع قمع کر کے پورے اسپین کو اسلام کی جھولی میں ڈال دیا، اندلس اس زمانے میں یورپ بھر میں سرسبزی و شادابی، تمول و ثروت، پیداوار و خوشحالی میں ممتاز تھا، اس زمانے میں اندلس کے قریب شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی تازہ دم قوت نشو و نما پا رہی تھی، موسیٰ بن نصیر اسلامی خلافت کی جانب سے افریقہ کا گورنر تھا، اس کے ماتحت طارق بن زیاد طنجہ (ابنِ بطوطہ کا وطن افریقہ کا مشہور شہر) کا حاکم تھا، اندلس پر راڈرک نامی ایک ہوس پرست اور جابر حکمراں بادشاہی کر رہا تھا، جس کی ہوس پرستی کا نشانہ کاؤنٹ جولین نامی سردار کی بیٹی بھی بنی، جس کی وجہ سے جولین بادشاہ کے خلاف ہوگیا تھا اور درِ پردہ موسیٰ بن نصیر کو اس نے اندلس پر حملہ کر کے یہاں کے لوگوں کو راڈرک کے ظلم و استبداد سے نکالنے کے لئے اندلس فتح کرنے کی دعوت دی، موسیٰ بن نصیر نے ولید کو حالات لکھ کر اجازت چاہی لیکن ولید نے متلاطم سمندر درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے سمندری سفر کو بغیر تجربہ کے خطرناک قرار دیکر اجازت نہ دی، موسیٰ نے اطمینان دلایا کہ افریقہ کے ساحل اور اندلس کے درمیان سمندر کی محض ایک پتلی سے پٹی خلیج نُما سی حائل ہے، اِدھر سے اُس پار کا علاقہ صاف نظر آتا ہے اس اطلاع پر ولید نے اجازت دیدی، موسیٰ نے سب سے پہلے ۹۱ھ میں اپنے ایک غلام طریف بن مالک کو پانچ سو کا دستہ دے کر وہاں کے حالات کا جائزہ لینے بھیجا، یہ دستہ بعض ساحلی شہروں پر کامیاب یلغار کر کے مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آیا، اس کے بعد ۹۲ھ میں موسیٰ نے طارق بن زیاد کو سات ہزار افریقہ کے بربری قبائل کی شیر دل فوج دے کر روانہ کیا، یہ فوج چار جہازوں پر روانہ ہوئی اور طارق آبنائے عبور کر کے جبل الطارق [1] (جبرالٹر) پر اترا۔

یہاں چھوٹی چھوٹی مہموں کے بعد راڈرک کے ایک لاکھ لشکرِ جرّار سے وادی لکہ کے مقام پر آمنا سامنا ہوا، راڈرک کے اس لشکر میں اسپین کے تمام بڑے بڑے امراء، جاگیردار اور شاہی خاندان کے لوگ شامل تھے طارق نے موسیٰ کو صورتحال لکھی، اس نے پانچ ہزار مزید امدادی فوج بھیج دی [2]

---

[1] یہ خلیج طارق بن زیاد ہی کے نام پر آبنائے جبل الطارق کے نام سے موسوم ہوئی، آج کل یہ جبرالٹر کہلاتی ہے جو جبل الطارق ہی کا انگریزی تلفظ ہے۔

[2] موسیٰ بن نصیر نے امدادی فوج بھیجنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ بعد میں خود بھی فوج لے کر رمضان ۹۳ھ میں اندلس میں داخل ہوا، اب ایک طرف طارق کی فتوحات اندلس میں جاری تھیں، دوسری طرف موسیٰ بن نصیر فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتا جا رہا تھا۔

اسلامی فوج اب تعداد میں بارہ ہزار ہوگئی، سمندر کے کنارے میدان سجا۔

طارق بن زیاد نے اس موقعہ پر مجاہدین کے سامنے جو تقریر کی وہ تاریخ میں امر ہوگئی، فرمایا:

''لوگو! میدانِ جنگ سے اب کوئی مفر کی صورت نہیں، سامنے دشمن ہے اور پیچھے سمندر، خدا کی قسم صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے، یہی وہ فتح مند فوجیں ہیں جو مغلوب نہیں ہوسکتیں اگر دونوں باتیں موجود ہیں تو تعداد کی قلت سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی، کاہلی و سُستی، نامردی، اختلاف اور غرور کے ساتھ تعداد کی کثرت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی (آگے مزید ہدایات ونصائح ہیں) (الامامۃ والسیاسۃ)

وادی لکہ میں ایک ہفتہ تک گھمسان کی جنگ ہوئی جو مسلمانوں کی فتح پر منتج ہوئی، یہ جنگ یورپ میں مسلمانوں کے داخلے کی تمہید تھی، اس جنگ نے پورے اندلس کے دروازے، مسلمانوں پر کھول دیئے اور مسلمان اندلس کے تمام شہر اور علاقے فتح کرتے کرتے دارالسلطنت طلیطلہ میں داخل ہوئے اس کے بعد بھی ان کی پیش قدمی جاری رہی، یہاں تک کہ وہ فرانس کے اندر کوہِ نیری نیز کے دامن تک پہنچ گئے، اندلس کو فتح کر کے مسلمانوں نے یہاں آٹھ سو سال تک حکومت کی جس کے دوران انہوں نے علم و دانش اور تہذیب و تمدن کے منفرد چراغ یہاں روشن کئے اور خصوصاً قرونِ وُسطیٰ کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے یورپ کو علم و فن اور تہذیب و تمدن سے آشنا کیا۔ ے

اے گلستانِ اندلس کیا وہ دن ہیں یاد تجھ کو — تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

مسلمہ بن عبدالملک

یہ خلیفہ عبدالملک کا بیٹا اور خلیفہ ولید کا بھائی تھا، مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قسطنطنیہ کی رومی سلطنت تھی، شام کی سرحد جہاں ایشیائے کوچک آرمینیا اور کردستان (جزیرہ) کی سرحدیں شام سے ملتی ہیں وہاں کا علاقہ مسلمانوں اور رومیوں دونوں کا اہم محاذ تھا، مسلمہ نے اور اس کے ساتھ خلیفہ ولید کے بیٹے عباس نے اس طرف کے تمام علاقوں میں اور اس پورے خطہ میں فتوحات کا نہ رُکنے والا سلسلہ کم و بیش بیس سال جاری رکھا اور رومیوں سے ان کو سخت سے سخت معرکے پیش آئے، آزربائیجان، انطاکیہ اور ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی وغیرہ علاقے) اور روم کے جزائر ان کی ترکتازیوں کی جولانگاہ رہے۔

ے اصل عربی الفاظ یہ ہیں: ایھاالناس! این المفر، البحرمن ورائکم والعدو امامکم ولیس لکم واللہ الاالصدق والصبر الخ

ولید کے عہد اور اسلامی فتوحات پر تبصرہ

ولید کے دور کی ان فتوحات کی بڑی خصوصیت مؤرخین نے یہ قرار دی ہے کہ اس زمانہ میں جو جو ملک فتح ہوئے ان کی کایا پلٹ گئی، اور وہ آناً فاناً پستی کی حالت سے بامِ عروج کو پہنچے، ورنہ محض کسی ملک کا فتح کر لینا انسانیت کی کوئی خدمت نہیں، سکندر و چنگیز کی فتوحات نے انسانیت کو کیا دیا؟ مسلمانوں کی فتوحات خصوصاً قرونِ اولیٰ کی فتوحات یہ خصوصیت رکھتی ہیں کہ انہوں نے انسانیت کو مقام انسانیت پر فائز کیا اور گمراہی کی دلدل سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لا کھڑا کیا اور چہار دانگ عالم میں آفاقی تہذیب وتمدن اور ربانی وکائناتی علوم وفنون کا غلغلہ ہو گیا۔

آخر میں تاریخِ اسلام کا یہ عبرت انگیز باب بھی ملاحظہ ہو کہ ولید کے بعد جب اس کا بھائی سلیمان خلیفہ ہوا جس کو ولید سے پرخاش تھی کہ ولید نے اس کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی تھی جس میں ولید کے بعض گورنر خصوصاً حجاج بھی اس کے ہمنوا تھے، سلیمان بن عبدالملک نے اس کے انتقام میں اور اپنے تئیں حجاج کے مفاسد کے انسداد کے لئے اس کے قابل اعتماد جرنیل محمد بن قاسم، فاتحِ سندھ کو سندھ سے واپس بلا کر نہایت اذیت ناک طریقہ سے شہید کرایا اور قتیبہ بن مسلم فاتحِ ترکستان جو کہ حجاج کے دوسرے قابلِ اعتماد جرنیل تھے وہ ولید سے خائف وبدگمان ہو گئے تھے، لہٰذا اس نے خود ہی خراسان میں علمِ بغاوت بلند کیا جس کے نتیجے میں اپنی فوج کے ساتھ ہی اس کی خانہ جنگی شروع ہو گئی جو قتیبہ کے قتل پر منتج ہوئی اور موسیٰ بن نصیر فاتحِ اندلس کے ساتھ بھی سلیمان نے نہایت نامعقول سلوک کیا، اس طرح وہ بھی قلیل عرصہ میں تباہ حال ہو کر دنیا سے کوچ کر گئے، موسیٰ بن نصیر سے سلیمان کو ایک اور وجہ سے پرخاش ہو گئی تھی۔

(جاری ہے……)

طب و صحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات و مشوروں کا مستقل سلسلہ

نزلہ (INFLUENZA)

ماہرین کے مطابق نزلہ ایک متعدی اور وبا کے طور پر پھیلنے والا مرض ہے۔ یہ بیماری ہر عمر میں ہو سکتی ہے مگر 5 سال کی عمر سے 15 سال کی عمر میں زیادہ ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ یہ مرض گرمی سردی ہر موسم میں پایا جاتا ہے، کبھی تو یہ مرض چند گھروں تک محدود ہوتا ہے اور کبھی پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ فلو (نزلہ) کی پہلی عالمی وبا سے 1918ء میں چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے تھے اور ایک اندازے کے مطابق 20 کروڑ سے زیادہ اموات واقع ہوئی تھیں۔ اس وبا میں صرف ہندوستان میں 60 لاکھ افراد لقمۂ اجل ہوئے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس وبا کے پھیرے ہر 30 سال کے بعد لگتے ہیں۔ دوسری مرتبہ 1957ء میں اس مرض نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تقریباً 1 ارب افراد اس بیماری میں مبتلا ہوئے، جبکہ انڈیا میں 25 لاکھ لوگ بیمار ہوئے اور 700 سے زیادہ اموات کا پتہ چلا۔ WHO عالمی ادارہ صحت کے مطابق اب چونکہ 30 سال پورے ہو رہے ہیں اس لئے فلو (نزلہ) کی نئی عالمی وبا کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ 2003ء میں (برڈ فلو) نے ویت نام، تھائی لینڈ وغیرہ کئی ممالک میں 50 سے بھی زیادہ جانیں لی تھیں اور اب انڈونیشیا سے پہلی انسانی ہلاکت کی خبر آئی ہے جبکہ اس مرض (برڈ فلو) کی ویکسین بنانے میں سائنسدانوں کو ابھی تک کامیابی حاصل نہیں ہو سکی، مگر ہمارا یہاں یہ موضوع نہیں ہے۔ سرد ملکوں میں فلو بوڑھوں اور بچوں کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے وہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حفاظتی ٹیکے لگائے جاتے ہیں کیونکہ فلو کا وائرس ہر سال بدلتا رہتا ہے، اس لئے ماہرین اس کا تعین کر کے ٹیکے تیار کرواتے ہیں۔ فلو کے ٹیکے پاکستان میں بھی ملتے ہیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اس مرض میں درست قسم کے ہی ٹیکے لگوائے جائیں۔ ماہرین کی رائے ہے کہ یہ بیماری مریض کے پاس جانے کے 18 سے 72 گھنٹے میں سوزش پیدا ہو کر علامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اسباب

اس مرض کا سبب ایک مخصوص قسم کا وائرس ہے جسے (pneumo philus gripposus) کہتے ہیں۔ اس وائرس کی کئی اقسام شناخت کی گئی ہیں، جن کے نام حروف تہجی پر A,B,C رکھے گئے ہیں۔ یہ وائرس مریض

کے ساتھ بات چیت کرنے ،قریبی جسمانی تعلق رکھنے اور مریض کے برتنوں میں کھانے پینے سے تندرست انسانوں کومتاثر کردیتا ہے، بوجہ بھیڑ بھاڑ سے بیماری کے پھیلاؤ کا ظاہری سبب ہوکر وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے مرض کی علامات ظاہر ہونے پر احتیاط اور علاج میں دیر نہیں کرنی چاہئے ،خاص طور پر بوڑھوں اور بچوں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

علامات

شروع میں بدن ٹوٹنے لگتا ہے ، گلے اور ناک میں خراش ہوتی ہے،چھینکیں آتی ہیں،آنکھوں سے پانی بہتا ہے،کھانسی شروع ہوجاتی ہے، بدن میں درد ،سر اور ٹانگوں میں درد ہوتا ہے، بھوک نہیں لگتی ، پیاس کی شدت ہوتی ہے،اور بخار ہوجا تا ہے، بے چینی کی کیفیت ہوتی ہے، مرض اگر شدت کے ساتھ ہوتو درجہ حرارت 103 f سے 104 f تک پہنچ جاتا ہے، کبھی اس مرض کی وجہ سے نمونیا بھی ہوسکتا ہے، بعض اوقات کانوں میں بھی ورم آجاتا ہے، اکثر دمہ کے مریضوں کو بھی دورے سے پہلے نزلہ کی شکایت ہوجاتی ہے۔اس مرض سے بچنے کے لئے صاف اور کھلی ہوا میں رہنے کا مشورہ دیا جاتا ہے،غذا ہلکی کھانی چاہئیں،قبض نہ ہونے دیں، نمی اور سردی سے بچیں، دہی، لسی، برف، اور بازاری مشروبات سے پرہیز کریں، مکان صاف ستھرا رکھنا چاہئے، صبح شام لوبان اور گوگل، کی دھونی دینی چاہئے ۔ بطور حفظ ماتقدم مریض کو الگ صاف کمرے میں آرام سے رکھیں، تیماردار کے علاوہ دوسرے تندرست افراد اس کے قریب نہ جائیں، مریض کے منھ ناک سے خارج ہونے والی رطوبت پرانے نرم کپڑے کے رومالوں یا ٹشو پیپر میں جذب کر کے جلانی یا دفن کر دینی چاہئے ، اگالدان میں فنائل ڈال کر رکھنا چاہئے تاکہ مریض اس میں تھوکے، مریض کا بستر، برتن لباس، اور تولیہ وغیرہ الگ رکھنا چاہئے ، مریض کا بستر، کپڑے، اور برتن کھولتے پانی میں دھونے چاہیئں ، پابندی کے ساتھ صبح شام گرم پانی میں نمک ملا کر غرارے کرنا اور ناک بھی دھونا بے حد مفید ہے۔

علاج

سب سے پہلے قبض دور کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے، اس کے لئے سونف ثنا آدھا آدھا تولہ ایک پاؤ پانی میں جوش دے کر چینی ملا کر چھان کر پلانے سے پیٹ صاف ہوجاتا ہے، علاج کے طور پر گل بنفشہ۴ ماشہ بہدانہ ۷ ماشہ عناب ۵ عدد سپستاں ۶ عدد کا جوشاندہ صبح شام پلانا مفید ہے، چائے میں دار چینی شامل کر کے استعمال کرنا بھی بہت مفید ہے، اجوائن اور دار چینی دو دو ماشہ کا جوشاندہ بھی مؤثر علاج ہے، مریض کے آرام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔شدید کھانسی اور نمونیے کی علامات میں ماہر معالج کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

اخبار ادارہ محمد امجد حسین صاحب

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ۲۰/ ۲۷/ رجب اور۴/ ۱۱/ ۱۸/ شعبان کو بیانات وغیرہ کا سلسلہ حسبِ معمول جاری رہا۔

□......جمعہ۲۷/ رجب بعد مغرب جناب حافظ عارف صاحب/ حافظ خالد صاحب کے یہاں حضرت مدیر دامت برکاتہم اور ادارہ کے چند دیگر ارکان نے کھانے کی ضیافت میں شرکت کی۔

□......جمعہ۱۱/ شعبان ضروریاتِ دین کورس کا سال کا آخری درس ہوا، درس کے بعد دعا ہوئی، اور اس سال کا کورس انتہاء کو پہنچا، اب ان شاءاللہ رمضان المبارک کے بعد نئے تعلیمی سال کی ترتیب اس وقت کے حالات کے مطابق طے کی جائے گی۔

□......اتوار۲۹/ رجب بعد ظہر حضرت مدیر دامت برکاتہم کی والدہ محترمہ اور بھائی صاحب بمع اہلیہ صاحبہ عمرہ کے سفر پر تشریف لے گئے، اتوار۱۳/ شعبان کو ان کی واپسی ہوئی۔

□......اتوار۲۲/ ۲۹/ رجب اور۶/ شعبان کو بعد عصر کی ہفتہ وار اصلاحی عمومی مجلس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی، تعمیراتی کام شروع ہوجانے کی وجہ سے۱۳/ شعبان سے اتوار، منگل، بدھ، جمعرات والی ہفتہ وار معمول کی نشستیں عارضی طور پر موقوف رہیں گی۔

□......اتوار۲۲/ رجب حضرت مدیر دامت برکاتہم مولانا محمود الحسن صاحب (چوہڑ ہڑپال) کی دعوت پر ان کے آبائی علاقے فتح جنگ ایک علمی ودینی معاملے میں تشریف لے گئے، حضرت کی ہمرکابی میں مفتی محمد یونس صاحب بھی تشریف لے گئے ان کو آگے اپنے گاؤں غریب وال پنڈی گھیپ کسی نجی معاملے میں جانا تھا۔

□......اتوار۱۳/ شعبان ادارہ کی زیریں منزل کی بوسیدگی کی وجہ سے جزوی تعمیر نو کا کام ٹھیکدار سعید صاحب (ملتان) کی زیرِ نگرانی شروع ہوا، جس کی وجہ سے ادارہ کے بعض معمولات میں ردوبدل اور کمی بیشی عمل میں آئی، یہ تعمیراتی کام ایک عرصہ میں ان شاءاللہ تعالیٰ پورا ہوگا۔

□......اتوار۲۰/ شعبان کو صبح کے وقت شعبہ حفظ کا سالانہ امتحان اور بعد ظہر ناظرہ وقاعدہ (للبنین) کے شعبہ جات کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے، امتحانات کی تکمیل پر ان دونوں شعبہ جات کی جمعہ۲۵/ شعبان تک تعطیلات رہیں گی۔

□......اتوار۲۰/ شعبان بعد عشاء حضرت مدیر دامت برکاتہم نے جناب افتخار صاحب زیدمجدہٗ (صرافہ

Idara Ghufran

بازار) کے برخوردار جناب حافظ عقیل صاحب کا نکاح پڑھایا۔

❑......منگل۲۴/رجب اور۱/۸/شعبان کارکنانِ ادارہ کے لئے حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس ہوتی رہیں۔

❑......منگل۱۵/شعبان شعبہ بنات کی دونوں جماعتوں کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے، امتحان کی تکمیل پر اس شعبہ میں بھی دس یوم کی تعطیلات چل رہی ہیں۔

❑......بدھ۲۵/رجب اور۲/۹/شعبان کو طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی مجالس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں

❑......بدھ۲۵/رجب کو جناب مفتی محمد یونس صاحب اور جناب مولانا طارق محمود صاحب تریٹ مفتی محمد سعید صاحب دامت برکاتہم کی مجلسِ علمی کے ایک فقہی اجلاس میں شریک ہوئے۔

❑......بدھ۲۳/شعبان کو حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (جامعہ مدنیہ لاہور) ادارہ میں تشریف لائے۔

❑......جمعرات۱۹/۲۶/رجب اور۳/۱۰/شعبان کو بزمِ ادب کی ہفتہ وار نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

❑......جمعرات۱۹/رجب بمطابق ۲۵/اگست حضرت مدیر دامت برکاتہم اور دیگر چند حضرات نے بلدیاتی انتخابات کے لئے ووٹ ڈالے۔

اخبارِ عالم ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

26/ اگست: پاکستان: بلدیاتی انتخابات کا دوسرا مرحلہ مکمل، فائرنگ سے 29 جاں بحق، 150 زخمی، درجنوں گرفتار، پنجاب کی 30، سرحد کی 3، سندھ کی 9 اور بلوچستان کی 2 یونین کونسلوں میں پولنگ روک دی گئی★ پاکستان: بلدیاتی انتخابات، ٹرن آؤٹ 50 فیصد، ق لیگ کے حمایت یافتہ امیدواروں کی اکثریت کامیاب **27/ اگست:** پاکستان: مشرف پر حملے میں ملوث 5 افراد کو سزائے موت★ ازبکستان کی سینٹ نے امریکی فوج کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا **28/ اگست:** پاکستان: تنقید درست نہیں، مدارس عمدہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وزیرِ اعظم★ پاکستان: مدارس کے فارغ کامیاب بلدیاتی نمائندوں کے نتائج سرکاری گزٹ میں شامل نہ کئے جائیں، سپریم کورٹ★ پاکستان: وزیرِ اعظم نے زلزلہ کی مانیٹرنگ اور اطلاعات کی فراہمی کے لئے منصوبے کی منظوری دے دی، 200 ملین روپے کی لاگت سے چاروں صوبوں کے 60 بڑے شہروں میں مائیکرو لیول مانیٹرنگ نصب کرنے کے علاوہ 13 براڈ بینڈ سمیک سنٹرز قائم کئے جائیں گے **29/ اگست:** عراق: آئینی کمیٹی نے نئے آئین کے مسودے پر دستخط کر دیئے، پارلیمنٹ میں آئینی مسودے کی منظوری کے بعد 15 اکتوبر کو ریفرنڈم کرایا جائے گا★ پاکستان: بلوچستان اور سرحد کے درمیان ریل رابطے کے لئے فزیبلٹی رپورٹ تیار، ریلوے لائن بوستان سے ڈیرہ اسماعیل خان براستہ ژوب بچھائی جائے گی، جو 150 کلومیٹر لمبی ہوگی★ پاکستان: گھوٹکی حادثے سے ریلوے کو 52 کروڑ نقصان برداشت کرنا پڑا، حادثے میں 300 سے زائد افراد جاں بحق جبکہ سینکڑوں زخمی ہوئے، تحقیقاتی اداروں کی رپورٹ میں انکشاف **30/ اگست:** امریکہ میں قیامت خیز سمندری طوفان، 26 ارب ڈالر کا نقصان، تیل کی قیمتیں 70 ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئیں، بڑے پیمانوں پر ہلاکتوں کا خدشہ، 300 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والا طوفان جنوبی شہر نیو آرلینڈ کے ساحلوں سے ٹکرا گیا، موصلات کا نظام درہم برہم، طوفان کے باعث ساحلی علاقوں میں واقع تیل کے تمام کنویں اور تیل صاف کرنے کے کارخانے بند کر دیئے گئے ہیں، تیز ہواؤں کے باعث چھتیں اڑ رہی ہیں، شہر خالی ہو چکا ہے، بش نے جنوبی ریاستوں میں ہنگامی حالت نافذ کر دی، 40 ہزار گھروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ، میسیسی میں ہر چیز تباہ ہوگئی، ساحل سمندر پر کھڑے جہاز اور کشتیاں تیز لہروں میں بہہ گئے، ایسے لگ رہا ہے

Iqra Ghufran

جیسے کوئی ٹنوں کے حساب سے اینٹیں پھینک رہا ہوں، لاشوں کے ڈھیر بھی دیکھے ہیں، گورنر میسیسی ★ پاکستان: مدارس کی اسناد تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کی جاسکتی ہیں، الیکشن کے لئے نہیں، دینی مدارس صرف اسلامی تعلیم دیتے ہیں عمومی نظامِ تعلیم کا ایک مضمون بھی نہیں پڑھایا جاتا، اس لئے ان اسناد والے لوگ پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلی اور لوکل گورنمنٹ انتخابات سمیت دیگر مقاصد میں عصری علوم والوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، سپریم کورٹ ★ پاکستان: نیو اسلام آباد ائرپورٹ کے لئے 3179 ایکڑ زمین خرید لی گئی، ابتدائی اخراجات کے لئے 100 ملین روپے مختص کردیئے گئے ہیں، وزیرِ دفاع راؤ سکندر اقبال کا اسمبلی میں تحریری جواب ✍ **31 / اگست:** عراق: بمباری اور جھڑپوں میں 96 جاں بحق، امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا ★ پاکستان اور بھارت دہشتگردی کے خاتمے اور قیدیوں کی انسانی بنیادوں پر رہائی پر متفق ★ امریکہ: خوفناک سمندری طوفان میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 80 سے بڑھ گئی، امریکہ کے جنوبی ساحل پر تباہی، درخت، کھمبے، دکانیں تباہ، 300 کلومیٹر فی گھنٹہ کے رفتار سے چلنے والی ہوا نے زندگی درہم برہم کردی ★ پاکستان: رحیم یار خان میں بس بجلی کی تاروں سے ٹکرا گئی، 46 مسافر زندہ جل گئے، مرنے والے 35 افراد کی لاشیں ناقابلِ شناخت ہیں، 5 شدید زخمیوں کو ہسپتال داخل کردیا گیا، بدقسمت بس حادثے کا شکار گاڑیوں کی سائیڈ سے گزرتے ہوئے بجلی کے کرنٹ کا شکار ہوگئی، مسافر بس ''ٹھار'' سے رحیم یار خان جارہی تھی، چھت پر سوار سکول کے 20 طلبہ بجلی کی تاروں کے ٹکرانے کے خوف سے پہلے ہی اتر گئے، مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے، ہسپتال ذرائع ✍ **یکم/ستمبر:** عراق: جلوس میں بھگدڑ، 1 ہزار افراد مارے گئے، 300 سے زائد زخمی، حضرت امام موسیٰ کاظم کے یومِ شہادت پر ہزاروں افراد کا جلوس دریائے دجلہ کے پل سے گذر رہا تھا کہ خودکش حملہ آور کی افواہ پھیل گئی، دریائے دجلہ کے پل پر بھگڈر سے کنارے کی رکاوٹ ٹوٹ گئی اور سینکڑوں افراد دریا میں جاگرے، بہت سارے لوگ پیروں تلے کچلے گئے، مرنے والوں میں زیادہ تر خواتین، بچے اور بوڑھے ہیں، بھگدڑ سے کچھ دیر قبل مسجد کاظمیہ پر مارٹروں سے حملہ کیا گیا، جس میں 7 افراد مارے گئے، لوگ شدید سراسیمگی کے عالم تھے کہ افواہ پھیل گئی، دریائے دجلہ کے کنارے قیامتِ صغریٰ کا منظر، مجمع میں زہریلی اشیاء کھانے پینے سے بھی کئی لوگ لقمۂ اجل بن گئے، سانحے کے بعد امریکی ہیلی کاپٹروں کا فضا میں گشت، عراقی وزیرِ اعظم نے ملک میں تین روزہ سوگ کا اعلان کردیا ★ پاکستان: سپریم کورٹ نے سرحد اسمبلی کی جانب سے پاس کردہ حسبہ بل پر تفصیلی فیصلہ سنادیا، اگر کسی بل کی کچھ شقوں کو غیر آئینی قرار دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بل کی باقی شقوں کو آئینی قرار دیا گیا ہے، سپریم کورٹ ★ امریکہ میں سمندری طوفان سے

متاثرہ علاقوں میں لوٹ مار جاری،صورتحال بدتر، مارشل لاء نافذ،20ہزار افراد ایک فٹبال سٹیڈیم میں پناہ لئے ہوئے ہیں جہاں بجلی موجود نہیں اور اس کے بیت الخلاء بھر گئے ہیں، لاشیں پانی میں تیر رہی ہیں، ہزار سے زائد افراد ہلاک ★ عرق: امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کرنے والے عالمِ دین امریکی حراست میں انتقال کر گئے، شیخ عبدالکریم المدرس کو اپریل 2003ء میں امریکی جارحیت کے خلاف کھلے عام جہاد کا فتویٰ دینے پر گرفتار کیا گیا تھا، دوسال کی قید و بند میں انہیں عارضۂ قلب لاحق ہوگیا تھا، ان کی عمر 110 برس تھی ★ پاکستان: پاک بحریہ نے امریکہ سے 8 پی تھری سی اورین طیارے حاصل کر لئے، طیارہ سمندر میں 18 گھنٹے مسلسل گشت کرنے اور ہاریون میزائل لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے، طیارے امریکی بحریہ نے مفت دیئے، ایڈمرل شاہد کریم اللہ **02/ستمبر**: پاکستان کا اسرائیل سے براہِ راست رابطہ، سعودی بادشاہ اور فلسطینی صدر کی طرف سے قصوری سلوان ملاقات کا خیر مقدم ★ پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس، بیرون ملک سے ڈیوٹی فری سیمنٹ منگوانے کی اجازت ★ امریکہ: سیلاب سے متاثرہ علاقے میں ہیلی کاپٹر پر فائرنگ امداد کا کام بند ★ امریکہ کو تاریخ کی بدترین قدرتی آفت کا سامنا ہے، بش ★ پاکستان: رانا بھگوان داس سپریم کورٹ کے پہلے قائم مقام ہندو چیف جسٹس مقرر ✍ **03/ستمبر**: پاکستان: اسرائیل نامنظور، قومی اسمبلی میں اپوزیشن کا احتجاج، ملک بھر میں مظاہرے ★ امریکی متاثرینِ طوفان تاحال امداد سے محروم، کئی جگہوں پر زبردست دھاکے، صدر بش پر عوام کی کڑی تنقید ★ مغربی افریقہ میں ہیضے کی وبا سے 500 افراد لقمۂ اجل بن گئے ✍ **04/ستمبر**: پاکستان: آزاد فلسطینی ریاست کے قیام تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کریں گے، صدر وزیر اعظم ★ پاکستان: اے آر ڈی نے بلدیاتی نتائج مُسترد کر دیئے، ارکانِ پارلیمنٹ سے استعفیٰ طلب ★ پاکستان: جنوبی وزیرستان سے جیل توڑ کر 5 قیدی فرار، پولیٹیکل انتظامیہ نے 10 مشتبہ افراد گرفتار کر لئے ✍ **05/ستمبر**: پاکستان: پاک فضائیہ کی تاریخ ساز جنگی مشقیں ''ہائی مارک 2005ء'' شروع، 350 لڑاکا طیارے حصہ لے رہے ہیں، اتوار کو شروع ہونے والی مشقیں ایک ماہ جاری رہیں گی، بری اور بحری افواج فضائیہ کی مدد کریں گی، جوان سے لے کر چیف آف ائر سٹاف تک ان مشقوں میں حصہ لیں گے، دوسرا مرحلہ شمالی علاقہ جات میں ہوگا، مشقوں کا تیسرا مرحلہ جیکب آباد تا بحیرہ عرب تک محیط ہوگا، مصنوعی فضائی و زمینی سرحدیں اور بلیو لینڈ اور فاکس لینڈ کے نام سے دو فورسز قائم کر دی گئیں، صدر، وزیرِ اعظم مشقوں کا معائنہ کریں گے ★ عراقی مجاہدین نے القائم شہر پر قبضہ کر لیا، اتحادی افواج پسپا ✍ **06/ستمبر**: انڈونیشیا کا بوئنگ طیارہ گر کر تباہ، 147 افراد ہلاک ✍ **07/ستمبر**: بھارتی جیلوں میں قید پاکستانی باشندے عید

کی خوشیاں اپنے گھروں میں منائیں گے، وفاقی سیکرٹری داخلہ آف پاکستان ✍ **08 /ستمبر:** پاکستان: خواتین پر تشدد کی روایات کا اسلام سے تعلق نہیں، این جی اوز پاکستان کو نشانہ نہ بنائیں، صدر پرویز مشرف ✍ **09 /ستمبر:** مصر کے صدارتی انتخابات میں حسنی مبارک کو برتری حاصل ★ امریکی ریاست لوزیانہ میں سمندری طوفان قطرینہ سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد 25 ہزار سے زائد ہونے کا خدشہ ✍ **10 /ستمبر:** پاکستان: اپوزیشن کی اپیل پر ملک بھر میں ہڑتال، درجنوں گرفتار، اپوزیشن کا پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا ✍ **11 /ستمبر:** عراق میں امریکی طیاروں کی شدید بمباری، 141 شہید ★ پاکستان: ایس جی ایس اوراے آر وائی گولڈ ریفرنس میں عدالت سے مسلسل غیر حاضری پر زرداری کے ناقابلِ ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری ✍ **12 /ستمبر:** افغانستان حملوں و بارودی سرنگ دھماکوں میں 15 امریکی فوجیوں سمیت 23 ہلاک، جوابی کارروائیوں میں 37 طالبان شہید ★ پاکستان: کراچی الیکٹرک سپلائی کا ٹاور دھماکے سے تباہ، بحالی میں 10 دن لگ سکتے ہیں ✍ **13 /ستمبر:** پاکستان: اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ نے رجسٹریشن آرڈیننس کو پھر مسترد کر دیا، ترمیمی آرڈیننس امتیازی قانون ہے، آرڈر جاری کرنے سے پہلے ہماری تجاویز کو مدِ نظر رکھا گیا نہ ہی ہم سے مشاورت کی گئی، تحفظات دور ہونے تک مدارس کی رجسٹریشن نہیں کرائیں گے ★ پاکستان: واہگہ بارڈر پر 587 پاک بھارت قیدیوں کا تبادلہ، قیدی اپنے ملک کی سرزمین پہنچنے پر سجدہ ریز ہو گئے، دونوں اطراف سے قیدیوں کے رشتہ داروں سمیت شہریوں کی بڑی تعداد موجود تھی ★ پاکستان میں طالبان دور کے سابق سفیر ملا عبدالسلام ضعیف رہا، پانچ سال سے گوانتاناموبے میں امریکی حراستی کیمپ میں قید تھے، رہائی کے بعد کابل پہنچ گئے، افغانستان کے اعلیٰ عہدیدار نے تصدیق کر دی ★ پاکستان: اتحاد تنظیمات مدراس کی تنظیم نو، مولانا سلیم اللہ خان صدر مقرر، تنظیم المدارس اہلسنت کے ڈاکٹر سرفراز نعیمی جنرل سیکرٹری ہوں گے ✍ **14 /ستمبر:** پاکستان کو بالکل بدل دیا ہے، مزید باوردی رہنا میرے لئے بھی تشویشناک ہے، صدر پرویز مشرف ✍ **15 /ستمبر:** پاکستان: سپریم کورٹ کے 5 نئے ججز نے حلف اٹھالیا، نئے ججز میں جسٹس راجہ فیاض، جسٹس چوہدری اعجاز احمد، جسٹس حامد علی، جسٹس جمشید علی اور جسٹس نذیر بھنڈاری شامل ہیں ★ پاکستان: سپریم کورٹ میں نئے ججز کی تقرری، ہائی کورٹ میں تعداد 34 رہ گئی، مجموعی تعداد 50 ہے، ملک کی سب سے بڑی ہائیکورٹ 16 ججز کی کمی کا شکار ★ پاکستان: سالانہ گوشوارے جمع نہ کرانے پر 45 سیاسی جماعتوں کو نوٹس جاری، گوشوارے جمع نہ کرانے والی جماعتیں انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گی، 30 دن کی مہلت، تیسرے مرحلے میں ووٹ کے لئے کارڈ کی شرط لازمی قرار

دے دی گئی ✍ **16/ستمبر:** مشرف منموہن ملاقات، مذاکرات کا عمل جاری رکھنے پر اتفاق ✍ **17/ستمبر:** کشمیر میں تشدد بند ہو جائے تو سرحدیں خود بخود غیر ضروری ہو جائیں گی، صدر مشرف کا جنرل اسمبلی میں کشمیر کا ذکر غیر ضروری تھا، مسئلہ اقوامِ متحدہ میں لے جانا ہے تو مذاکرات کی کیا ضرورت ہے، من موہن سنگھ ✍ **18/ستمبر:** پاکستان: پنجاب کے تھانوں میں یکم اکتوبر سے سب انسپکٹر عہدے کا محرر تعینات کرنے کا فیصلہ، فیصلہ پبلک ڈیلنگ بہتر بنانے کے لئے کیا گیا، آئی جی نے تمام ڈی آئی جیز کو ہدایات جاری کر دیں ✍ **19/ستمبر:** طالبان تحریک کی تشکیل میں پاکستان کا کوئی کردار نہیں تھا، ملک میں جاری خانہ جنگی نے نئی تحریک شروع کرنے کے لئے راستہ ہموار کیا، طالبان اور جے یو آئی کی پالیسیوں میں فرق ہے، پیپلز پارٹی کے سیکولر نظام کے باوجود بے نظیر اور نصیر اللہ بابر افغانستان میں ایسی حکومت کے خواہشمند تھے جو پاکستان کے خلاف نہ ہو، طالبان کے سابق وزیرِ خارجہ وکیل احمد متوکل کا بیان ✍ **20/ستمبر:** پاکستان: پاک فوج کے 6 افسران کو انتہا پسندوں سے تعلقات کے جرم میں سزائیں، سزائیں پانے والوں میں 2 کرنل اور 1 میجر کو 6 ماہ سے 10 سال تک قید، جبکہ باقی 3 افسران کو برطرف کر دیا گیا ✍ **21/ستمبر:** ''ریٹا'' نے امریکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، کئی علاقے ملیا میٹ، فلوریڈا میں ہزاروں افراد محفوظ مقامات پر منتقل، شدید بارشیں شروع، 160 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تیز ہوائیں چل رہی ہیں، 5 فٹ تک سمندری لہریں اٹھنے لگیں، فلوریڈا میں سڑکیں سنسان، کاروبار بند، مواصلات کا نظام معطل ہو گیا، امریکی صدر بش کے بھائی فلوریڈا کے گورنر ہیں، ریاست میں ملٹری پلاننگ سیل قائم، 8 ہیلی کاپٹر فوری طور پر متاثرہ علاقوں میں بھیج دیئے گئے، ریٹا قطرینا سے متاثرہ علاقوں میں بھی تباہی مچا سکتا ہے ✍ **22/ستمبر:** پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس، اسلام آباد میں ہائیکورٹ کے قیام کا فیصلہ، ملک بھر میں صاف پانی کی فراہمی کے لئے کمیٹی قائم ★ امریکہ: فلوریڈا اور کیوبا میں تباہی پھیلانے کے بعد قطرینا نما ''ریٹا'' ٹیکساس اور کیلی فورنیا کی طرف بڑھنے لگا، شہر کے شہر خالی، تیل کے کنویں بند، ریٹا نے درجہ 4 کی صورت اختیار کر لی، رفتار 215 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے، لاکھوں شہریوں کا سیلاب مال اسباب اٹھائے موٹر ویز پر اُمڈ آیا ✍ **23/ستمبر:** پاکستان: لاہور میں 2 بم دھماکے، 6 جاں بحق 45 زخمی ★ پاکستان: اتحاد تنظیماتِ مدارسِ دینیہ اور حکومت میں مذاکرات، رجسٹریشن آرڈیننس میں تشریحات پر اتفاق ✍ **24/ستمبر:** پاکستان: 5 میجر جنرلز کی لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی، لاہور، گوجرانوالہ، پشاور کے کور کمانڈرز تبدیل۔

(بقیہ صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۸ اخبارِ عالم)

25 /ستمبر: انجکشن کے ذریعہ ''ایڈز'' تیزی سے پھیل رہی ہے، ایڈز کا پھیلاؤ روکنے کے لئے سرنج کے ذریعہ منشیات کا استعمال روکنا ضروری ہے، ونسینٹ میکلین نمائندہ اقوامِ متحدہ 26 /ستمبر: پاکستان: مسافر بسوں میں تصادم کے بعد آگ لگ گئی، 50 افراد جاں بحق، حادثہ انڈس ہائی وے پر پیش آیا، ایک بس کراچی سے دادو جبکہ دوسری سیہون شریف سے حیدرآباد آرہی تھی، زیادہ تر مسافر زندہ جل گئے، چھتوں پر بیٹھے ہوئے افراد نے کود کر جانیں بچائیں 27 /ستمبر: پاکستان: غیر ملکی سرمایہ کاری کا ہدف 27 ارب ڈالر مقرر، صدارتی ترجیحی اقدامات کی منظوری دے دی گئی 28 /ستمبر: پاکستان اور بھارت فضائی رابطوں کو بہتر بنانے پر متفق 29 /ستمبر: لاہور امرتسر بس سروس آئندہ ماہ شروع کرنے کا فیصلہ، فضائی رابطوں پر مذاکرات بے نتیجہ ختم

دینی و اسلامی کتابوں کا مرکز

کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان راولپنڈی فون5507270

AChain of Useful and Interesting Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Abrar Hussian Satti

The Profession of Advocating and Its Income

Q.No.1: We have listened that it is forbidden to adopt the profession of advocating .Is it correct?

Ans: The profession of advocating is correct in its actual condition and its income will also be lawful. But condition is that the work whose wages are being taken should be lawful and according to the rules of sharia. Because pleading un lawful case is against the rules of sharia although he doesn't take the wages of that case. If he takes wages of an unlawful case then his crime will be doubled .Usually we see the lawyers follow cases without making inquiries whether it is true or false thus they indulge on many occasions in fraud, cheating and lie, and they take too much money from their clients as their fee charges. In beginning they ensnare their clients by making up stories and flattering taking then they demand a lot of money on different stages. Some times they bargain with opponent lawyers or judges as well as give bribery and get their purposes. We also look that some of the laws of our courts come upon the rules of sharia.We find so many other deficiencies in the courts and in the profession of advocation. So we look most of lawyers indulge in these deficiencies. That's why it is said that profession of advocating is unlawful. However if some one adopt this profession according to the rules of sharia then his practice will be lawful.

Idara Ghufran

To Delicate the Teeth for Increasing the Beauty

Q.No.2: Some women rub their teeth and make hole in them for increasing their beauty. Is it lawful to do so?

Ans: The rubbing of teeth or making holes in them for make them beautiful or for increasing the beauty is a dangerous sin and such women are cursed in the Hadiths, because this deed makes changing in the real creation of Allah. As it is mentioned in a Hadith "The curse of God be upon those women who make hole in their teeth to make themself beautiful which is a kind of changing in the creation of God.

Idara Ghufran